بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

: استبقوا الخیرات :

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ (سالانہ نمبر)

خالد
ربوہ

جلد ۲۷ شمارہ ۳

صلح ۱۳۵۹ ہش

جنوری ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر: محمد الیاس منیر

نائبین: سید حسین احمد - اخلاق احمد انجم

معاونین: اظہر احمد - منصور عارف

فہرست

ادار یہ:

○

قیمت سالانہ

پندرہ روپے

○

قیمت پرچہ ہذا:- دو روپے پچاس پیسے

• پبلشر: مبارک احمد خالد • پرنٹر: سید عبد الحی

• مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی - ربوہ

اداریہ:

کُلَّ عَامٍ وَّاَنْتُمْ بِخَیْر

ایک سال گزرتا ہے اور آپ، ہم اور سارے لوگ دوسرے سال میں قدم رکھ کے نئی امنگ کے ساتھ مصروف عمل ہو جاتے ہیں اور عجیب مسرت اور فرحت محسوس ہوتی ہے دل میں ——— بارش کی طرح برستے ہوئے نشانات نقش کر جانے والا سال ختم ہوا اور ہم ۱۹۸۰ء کی دہلیز پر کھڑے ہیں اللہ کرے یہ سال پہلے سے بڑھ کر بابرکت ہو اور یہ بنی نوع انسان کی فلاح اور ہدایت کے سامان پیدا کرنے والا ہو اور اس میں ہر دن ہر انسان بیش از بیش کامرانیاں حاصل کرے

۱۹۸۰ء ——— اسلام کی تاریخ میں خاص اہمیت کا سال ہے ——— کہ اسی سال ہم چودھویں صدی ہجری کو الوداع کہہ کے پندرھویں صدی ہجری میں قدم رکھیں گے ——— ہاں وہی چودھویں صدی ہجری جس میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی عظیم مہم کا آغاز ہوا تھا ———

——— وہی کہ جس کا انتظار تھا ——— اور ——— جس کی راہ تکتے تکتے کروڑوں گزر گئے تھے ——— وہ مرد حق شناس آیا بھی اور آ کے چلا بھی گیا ——— اس کی آمد پر ارض و سما ——— شمس و قمر ——— زلازل و طوفان ——— غرضیکہ دنیا کی ہر چیز میں خدائی ہاتھ نے ظاہر ہو کر اس پر مہر تصدیق ثبت کی ——— اور آج جب ہم پندرھویں صدی ——— غلبہ اسلام کی صدی کے کنارے پر کھڑے اس کے لئے چشم براہ ہیں ——— ہم میں سے ہر شخص کے دل کی دھڑکنیں اور نبض زمانہ ہم آہنگ ہو کر بزبان حال کہہ رہی ہیں کہ

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

آیئے ہم سب اس نئے سال میں یہ دعا کریں کہ ——— خدا تعالیٰ اس سال کے شب و روز کو [illegible] اور فلاح دنیا کے لئے تابندہ و درخشندہ بنائے ——— اور آیئے ہم سب یہ عزم کریں [illegible] کہ ہم اس نئے [illegible] صدی کو ترقی اسلام اور فلاح عالم کے لئے تابندہ و درخشندہ بنانے کے لئے

اپنی استعداد کی آخری حد تک کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ اے خدا تو ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرما! آمین!

درس:

صبر

قرآن حکیم:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝" (اٰلِ عمران: ۲۰۱)

اے ایماندارو! صبر سے کام لو اور (دشمن سے بڑھ کر) صبر دکھاؤ اور سرحدوں کی نگرانی رکھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حدیث:

"وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ" (ریاض الصالحین)

جو شخص بزور صبر کرے تو خدا اسے صبر کرنے والا بنا دیتا ہے اور کسی کو صبر سے بہتر اور کشادہ کوئی نعمت نہیں ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے ..... میں تمہیں یہ بھی بتا دینا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۰۴)

تبرکات:

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں

ہے شکرِ ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

وہ راہ جو ذاتِ عزّ و جل کو دکھاتی ہے
وہ راہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ راہ جو یارِ گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ راہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ راہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ راہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

(درِّ ثمین)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ خدام کے اجتماع میں تشریف لیجا رہے ہیں
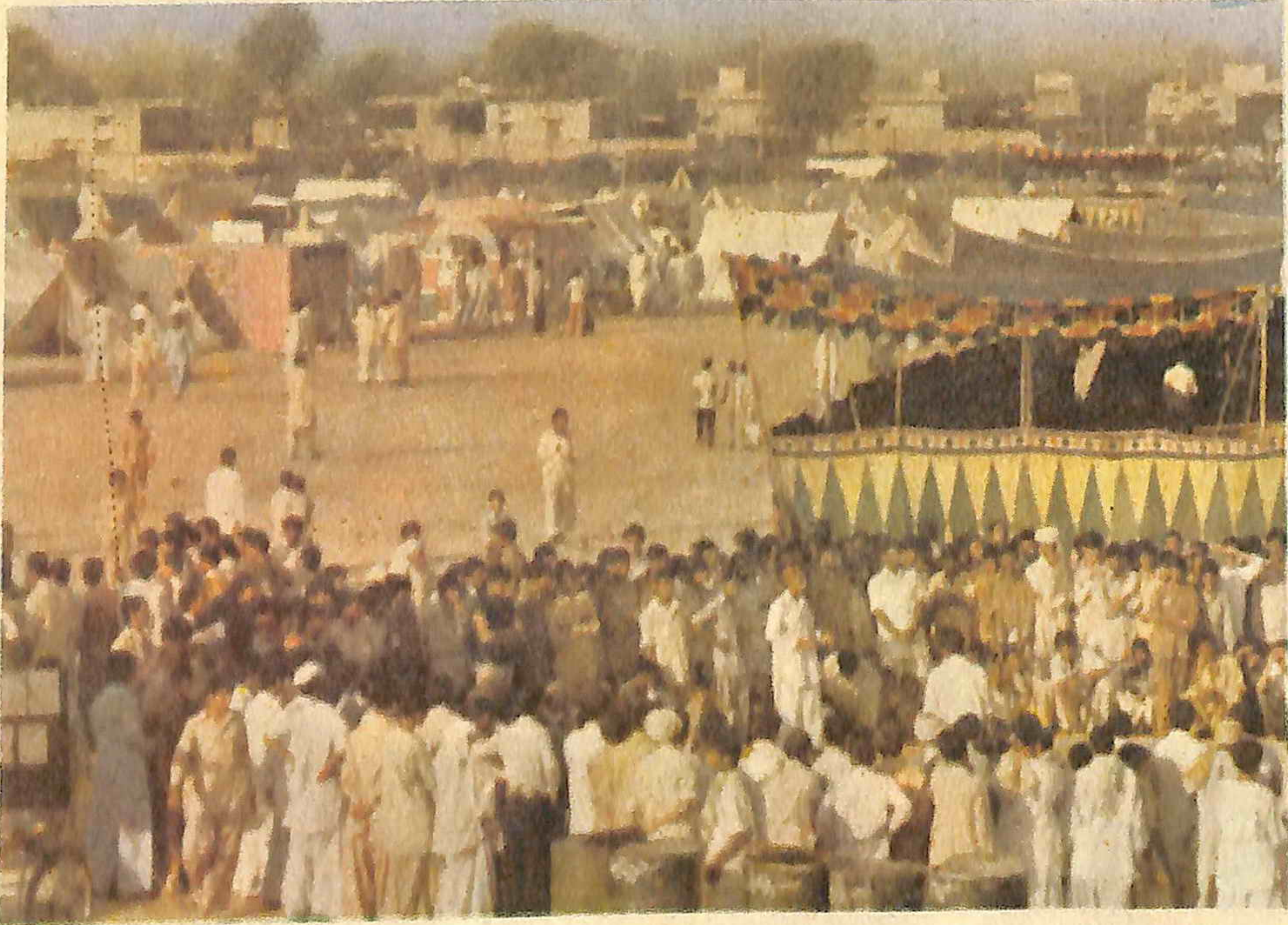
مقامِ اجتماع کا ایک منظر
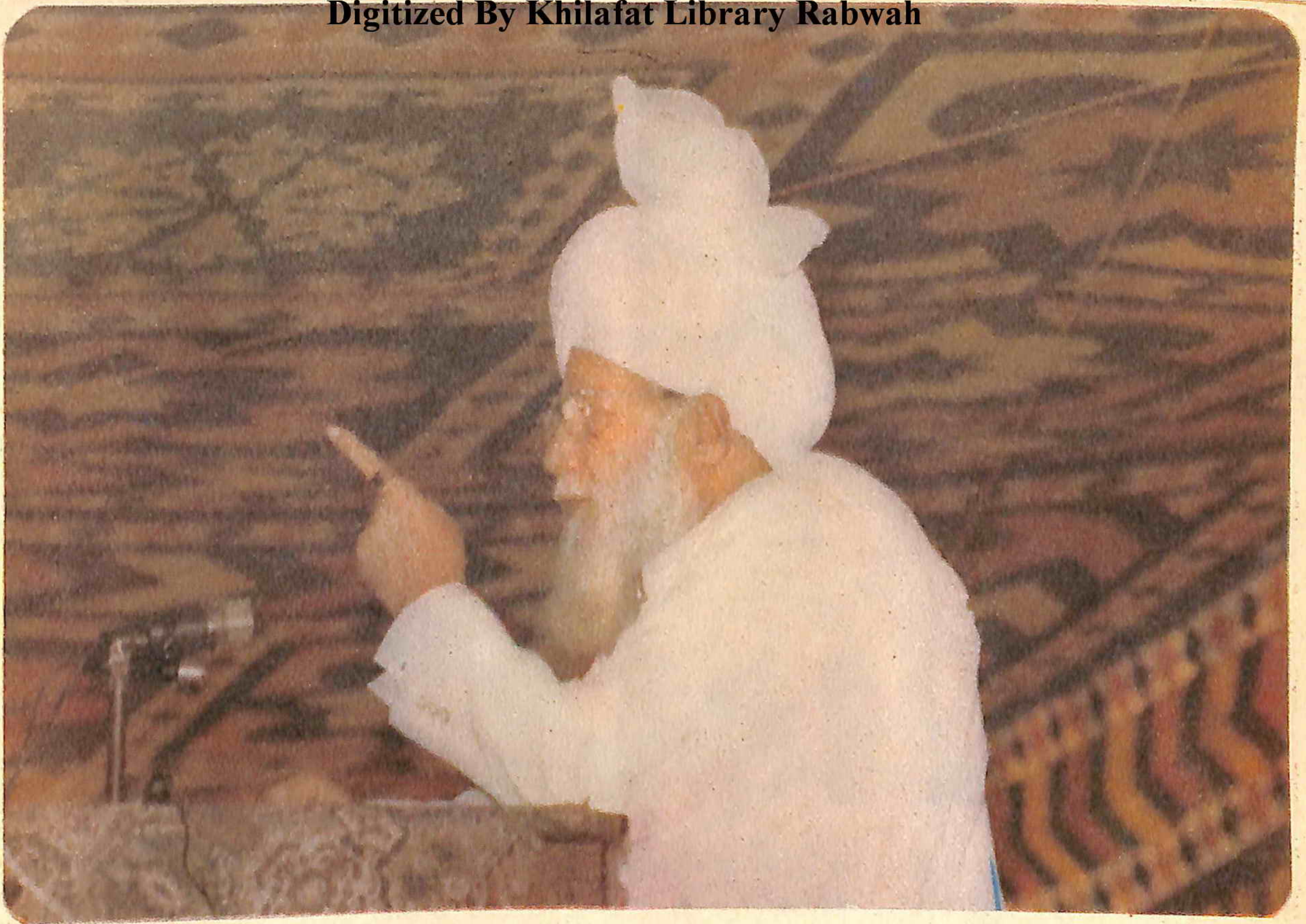
حضور ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ خدام و اطفال سے اجتماع ۱۹۷۹ء کے موقعہ پر
خطاب فرمارہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالٰے قائدین و اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ۷۹-۱۹۷۸ء کے ساتھ

ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ سال ۷۹-۱۹۷۸ء
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ

ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ سال ۸۰-۱۹۷۹ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ہمراہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سال ۱۹۷۹-۸۱ء کے لئے مکرم محمود احمد صاحب کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ مکرم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب کو نائب صدر مقرر فرمایا۔ (تصویر میں حضور ایدہ اللہ کے دائیں طرف صاحبزادہ مرزا فرید احمد اور بائیں طرف مکرم محمود احمد صاحب ہیں)

"ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے"
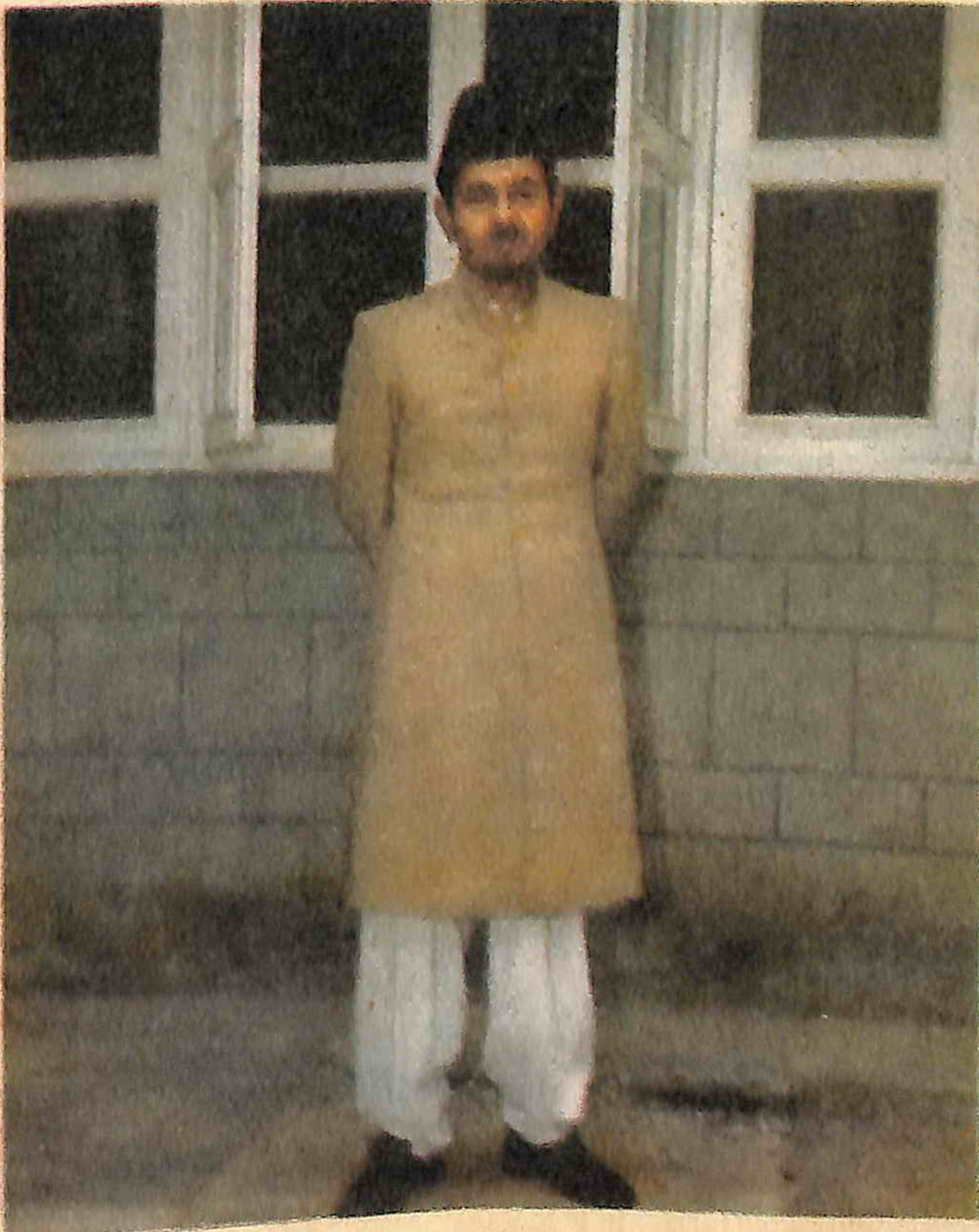
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صبر

یہ مضمون خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۹۷۹ء ربوہ میں پڑھا گیا۔ (ادارہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت معاذؓ کہتے ہیں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوئے تو یوں معلوم ہوا کہ

"قَدْ اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا"

کہ ہمارے دل بدل گئے ہیں۔

اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ وقت جب حبیب کبریا اور صحابہ کے حبیب ان کی مجلس میں موجود ہوتے۔ اس وقت کے برابر کیسے ہو سکتا تھا جب ان کا حبیب ان کو چھوڑ کر اپنے آسمانی آقا کے بلاوے پر ان کے پاس چلا گیا۔ اس جدائی کا اثر تھا کہ صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو گئے۔ حسانؓ مدینہ کی گلیوں میں روتا اور یہ شعر گنگناتا تھا۔

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

کہ اے محبوب تو میری آنکھ کی پتلی تھا تو کیا گیا کہ میں اندھا ہو گیا اب جو چاہے تیرے بعد مرے مجھے تو تیری ہی جان کا اندیشہ تھا۔

اور سیدنا عمر فاروقؓ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ جو یہ کہے گا کہ محمدؐ فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اس لئے وقت کی اس خلیج کو پاٹنے کے لئے حضرت معاذؓ کسی صحابی کو پکڑتے اور فرماتے:۔

"اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً"

آؤ کچھ دیر اکٹھے بیٹھ کر حبیبؐ کی باتیں کر کے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

کہ ان کا ذکر دلوں میں ایمان کی چنگاری کو ہوا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مامورین کی آزمائش عام لوگوں

سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جتنا کوئی خدا کا محبوب ہوگا۔ اتنی اس کی آزمائش بھی کڑی ہوگی۔ آزمائش جہاں بندہ کو خدا کے قریب کرتی ہے وہاں اس کے مخفی جوہر کو ابتلاء اجاگر کرتے ہیں۔ خدا کے وعدوں کی وجہ سے اس کے بندوں کو پختہ یقین ہوتا ہے کہ مصائب ان کے راستہ کو روک نہیں سکتے اس لئے وہ مصائب پر بے صبری نہیں دکھاتے۔ ان کا عزم اور حوصلہ طوفانوں میں اور بھی بڑھتا ہے کہ اب خدا کی نصرت بھی قریب تر ہے۔ اور جب اس محبوب خدا کے منشاء کے ماتحت یہ امتحان ہے تو پھر جزع و فزع اور بے صبری بھی کیوں ہو کہ یار کی طرف سے جو بھی آئے گا۔ بہتر ہوگا۔ ہر کہ از دوست آید دوست آید۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد مخالفت کی آندھی اٹھی۔ کفر کے فتوے لگائے گئے۔ اقدام قتل کے جھوٹے مقدمے کھڑے کئے گئے۔ آپ پر پتھر برسائے گئے گالیوں کے بھرے خط آپ کو لکھے جاتے۔ راستے بند کئے گئے۔ بائیکاٹ ہوئے۔ آپ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیں۔ مقدمات کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ ایذا پہنچانے والوں کو آرام پہنچایا اور اپنی جماعت کو بھی نصیحت فرمائی :-

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدت گرمی کا ہے محتاج باران بہار

۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔ عیسائیوں نے آپ پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا۔ عبدالحمید نامی مسلمان جو نیا نیا عیسائی ہوا تھا۔ اسے آلۂ کار بنایا۔ کہ مجھے مرزا صاحب نے قتل کرنے کے لئے بھجوایا ہے۔ گورداسپور میں مسٹر ڈگلس کی کچہری میں مقدمہ شروع ہوا۔ عیسائیوں نے جو بیان دلوانا تھا۔ اس کے نکات عبدالحمید کے ہاتھ پر لکھوئے حاکم واقعہ کی تہ کو پہنچ گیا۔ اس نے گواہ کو مدعیان سے لے کر پولیس کی تحویل میں دے دیا اور پولیس نے جب گواہ سے پوچھ گچھ کی تو تمام معاملہ واضح ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ذیل کو اس سے منع کر دیا

اور فرمایا۔ میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا
مخالف کا طرزِ عمل ملاحظہ کیجئے اور حضور کا حسنِ
سلوک دیکھئے۔ ـــــ!

جب حاکم نے فیصلہ سنایا تو اس نے کہا
میں آپ کو اس الزام سے بری کرتا ہوں۔ یہ
مقدمہ آپ پر جھوٹے طور پر بنایا گیا ہے۔
اب آپ کو قانونی طور پر حق ہے کہ اگر چاہیں تو
مقدمہ کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی
کریں۔ آپ نے فرمایا:۔

"میرا دعویٰ آسمان پر ہے۔
خدا نے مجھے اپنے وعدہ کے
مواخق بری کر دیا ہے اور وہ
میرا محافظ ہے۔ مجھے اپنے
مخالفین کے خلاف انتقامی
چارہ جوئی کی ضرورت نہیں"

۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے چچا زاد مرزا نظام الدین اور امام الدین نے
مسجد مبارک کے سامنے دیوار کھینچ دی۔ اب
مہمانوں کو مسجد میں آنے کے لئے بڑا چکر کاٹ
کر آنا پڑتا تھا۔ حضور نے عدالت میں نالش کی۔
۱۹۰۱ء میں مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔ عدالت کے
حکم سے دیوار گرائی گئی۔ اور مقدمہ کا خرچ
مرزا صاحبان پر ڈالا گیا۔ ضلع گورداسپور کے
[illegible] تھے۔ سرکاری آدمی نے مرزا نظام الدین
اور امام الدین سے رقم کا مطالبہ کیا۔ رقم نہ

ملنے کی صورت میں وہ ترقی کی کارروائی پر مجبور
ہوا۔ اب یوسف کے بھائیوں نے گورداسپور
یوسف کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمیں اس ذلت
سے بچایا جائے۔ حضور نے جواباً لکھا:۔

"یہ کارروائی میری لاعلمی میں
ہوئی ہے جس کا مجھے افسوس ہے"

اور آپ نے اپنے آدمیوں کو فرمایا کہ:۔

"غریبوں کی ڈگری کے اجراء کی
کارروائی کیوں کروائی گئی ہے؟"

مقدمات کرنے والے احباب غور فرمائیں کہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرزِ عمل اس
بارہ میں کیا تھا۔ آپ ایذاء پہنچانے والوں پر
قدرت پاتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ حاکم
موقعہ دیتا ہے لیکن آپ فریق مخالف پر مقدمہ
نہیں کرتے کہ اللہ نے جب آپ کو بری کر دیا تو
انتقام کی کیا ضرورت؟

ایک بار کسی مرید نے شکایت کی کہ حضور ہمیں
اشتعال دلانے کے لئے گالیاں دی جاتی ہیں۔
حضور نے جواب میں فرمایا:۔

"تم مفت گالیاں سنتے ہو تو
میں پیسے دے کر گالیاں لیتا ہوں
گالیوں سے بھرے ہوئے بیرنگ
خطوط ڈاک میں آتے ہیں۔ میں پیسے
دے کر خط لیتا ہوں۔ کھولتا ہوں
تو گالیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔"

اس نے آپ کی خدمت میں بذریعہ رقعہ عرض
کی۔ میں اجنبی ہوں۔ مجھ سے کچھ سلوک ہونا
چاہیئے۔ حضور نے مولوی صاحب کو پندرہ روپے
بھجوا دیئے جو اس زمانہ میں ایک کلرک کی ماہوار
تنخواہ تھی۔ وہ شخص قادیان سے چلا گیا۔ تو
اس نے ایک مضمون شائع کروایا جس میں آپ
کے حسن سلوک کا ذکر کیا۔ اگر وہ ذکر نہ کرتا تو
حضور کے اس حسن سلوک کا ہم میں سے کسی
کو علم نہ ہوتا۔ کہ خدا کے یہ بندے نیکی خدا کے
لئے کرتے ہیں۔ وہ احسان کر کے جتلاتے نہیں خواہ
بالمقابل دشمن یا سب و شتم کرنے والا ہی کیوں
نہ ہو۔ (اصحاب احمد جلد ۲ صفحہ ۱۳۷-۱۳۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحبزادہ
مبارک احمد بہت ذہین اور خوبرو تھا۔ حضور
کو اللہ کی طرف سے علم دیا گیا کہ یہ لڑکا کم عمری
میں فوت ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں باپ
اور بھی بچے سے پیار کرے گا کہ بچہ میرے پاس
چند روز امانت ہے۔ یہ بچہ بہت ذہین تھا۔ سات
سال کی عمر میں یہ شعر کہہ لیتا تھا۔ یہ بیمار ہو گیا
بیماری بڑھتی گئی۔ بچے کا علاج نامور طبیب
محترم مولانا نور الدین صاحب کر رہے تھے۔ ایک
دن بچے کی نبض ڈوبنے لگی تو انہوں نے حضرت
مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی۔ حضور
مشک دیجئے نبض بہت کمزور ہے۔ اور وہ
فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور کو فوراً وفات کی خبر
نہ دینا چاہتا تھا کہ اچانک صدمہ نہ ہو۔ وہ ہاتھ
کو گٹھنے کی طرف لے جاتے رہے اور یہی کہتے
حضور جلدی کیجئے۔ نبض گر رہی ہے اور جب
بچے کی نبض ساکت ہو گئی تو مخلص مرید مولانا
نور الدین ٹھہر نہ سکے۔ لیکن جس کا بیٹا
خدا کو پیارا ہوا تھا اس نے کہا۔ ؎

"جا مبارک تجھے فردوس مبارک ہو"

اور البتہ کھول کر احباب کو لستی کے خطوط لکھنے
لگ گئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی وفات کی
قبل از وقت اطلاع دی تھی۔ ہم خوش ہیں کہ
ہمارے خدا کی منہ کی بات پوری ہوئی۔

پیارے بچے کے ہاتھوں سے چلے جانے
پر یہ صبر قابل تقلید ہے کہ خدا کے نبی یہی
کہا کرتے ہیں: ؎

لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَلِلّٰہِ مَا اَخَذْ
اللہ نے ہی دیا تھا یہ اسی کا تھا

اور اس نے ہی لے لیا۔

آخر میں اس واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں
جو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت
کے لئے سب سے بڑا صدمہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی
طرف سے کوچ کی اطلاع مل چکی تھی۔

"الرحیل ثم الرحیل"

لاہور میں پردیس میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال
کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان
پر یہی الفاظ تھے:

"اللہ! میرے پیارے اللہ!
اللہ! میرے پیارے اللہ!"

بچے چارپائی کے پاس ہیں۔ بچوں کی عظیم
والدہ ام المومنین سیدہ حضرت نصرت جہان بیگم
صاحبہ خدا کو مخاطب کر کے عرض کرتی ہیں:۔

"اے اللہ یہ تو ہمیں چھوڑے
جاتے ہیں پر تو نہ ہمیں چھوڑیو"

اور اپنے عظیم شوہر   مسیح باوقار
سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں:۔

"تو نبیوں کا چاند تھا تیرے
سبب سے میرے گھر میں فرشتے
نازل ہوتے تھے"

بچوں کو فرماتی ہیں:۔

"بیٹا یہ نہ سمجھنا ابا خالی گھر چھوڑ
گئے ہیں۔ وہ تمہارے لئے عرش
پر رحمتوں کا لازوال خزانہ چھوڑ
گئے ہیں جو وقت پر تمہیں ملتا
رہے گا۔"

ہر احمدی کی آنکھ نمناک ہے دل لرزاں سینہ
بریاں ہے۔ آج چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کے زخمی
دلوں پر کوئی غمخوار کے ذریعہ مرہم کا پھایہ
رکھتا

اور ہم اپنی آنے والی نسلوں کو بھی
یہی کہتے ہیں کہ ہاں وہ نسلیں
جن کے سروں پر بادشاہی کے
تاج رکھے جائیں گے کہ جب
خدا انہیں دنیا میں طاقت دے
اور تم اپنے دشمنوں کا سر
کچلنے کا موقعہ پاؤ اور تمہارے
ہاتھ کوئی انسانی طاقت روکنے
والی نہ ہو تو تم اپنے گزرے
ہوئے دشمنوں کے ظلموں کو یاد
کر کے اپنے خونوں میں جوش نہ
پیدا ہونے دینا اور ہماری کمزوری
کے زمانہ کی لاج رکھنا تا لوگ یہ
نہ کہیں کہ یہ کمزور تھے تو دشمن
کے سامنے دب کر رہے اور
جب طاقت پائی تو انتقام کے
ہاتھ کو لمبا کر دیا۔ بلکہ تم اس وقت
بھی صبر سے کام لینا اور اپنے
انتقام کو خدا پر چھوڑنا۔ کیونکہ
وہی اس بات کو بہتر سمجھتا ہے
کہ کہاں انتقام ہونا چاہیئے اور
کہاں عفو اور درگزر۔ بلکہ میں
کہتا ہوں کہ تم اپنے ظالموں کی
اولادوں کو معاف کرنا اور ان سے
نرمی کا سلوک کرنا۔ (باقی صـ پر)

"خدائے واحد و یگانہ پر ویسا ایمان رکھو جیسا ایمان

قرآنِ عظیم کی شریعت ہمیں کہتی ہے کہ رکھو"

ابھی سے یہ عزم کرو کہ تم روحانی ترقی کے اُن دروازوں سے داخل ہو کر جو خدا

نے اسلام کے ذریعہ کھولے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہو گے

سالانہ تربیتی کلاس ۷۹ء کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں افتتاح فرمایا۔ تربیتی کلاس میں شامل ہونے والے خدام کو نصائح فرمائیں۔ وہ خطبہ مکرم قریشی محمد انور صاحب شعبہ زود نویسی نے مرتب فرمایا ہے۔ ـــــــ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مجلس خدام الاحمدیہ ہر سال ایک تربیتی کلاس منعقد کیا کرتی ہے۔ آج سے اس سال کی تربیتی کلاس شروع ہو رہی ہے۔ مجھ سے انہوں نے یہ خواہش کی تھی کہ میں افتتاح کروں عصر کے بعد اس کلاس کا۔ اُن سے تو میں نے معذرت کر دی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس کلاس کا افتتاح اس خطبہ میں کر دوں اور یہ اس لئے کہ زیادہ گرمی میں میں تکلیف محسوس کرتا ہوں۔

کیونکہ ماضی میں کئی بار مجھ پر لُو لگنے کا حملہ ہوا جس کو انگریزی میں ہیٹ سٹروک کہتے ہیں اور اس کے بعد سے گرمی میری بیماری بن چکی ہے۔ چند دنوں سے گرمی کا ہم سے پیار شدت اختیار کر گیا ہے اور رات کو واپڈا ہم سے روٹھ گئی تھی اور بہت سے گھرانے۔ شاید سینکڑوں کی تعداد میں ایسے ہیں جو پنکھا استعمال کرتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ ان کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی رات کو۔ ایک دوست کہنے لگے کہ آج آپ کے خطبہ جمعہ میں بہت سے دوست سو رہے ہونگے کیونکہ رات کو انہیں جاگنا پڑا۔ مگر میرا ایسا خیال نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت میں اپنے ان بچوں کی کلاس کا افتتاح کر رہا ہوں اس خطبہ میں اور ان سے میں اپنے نہایت ہی پیاروں کی پیاری باتیں کرنا چاہتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی باتیں جو ہمارا محبوب اور مقصود اور معبود ہے اور اس عظیم ہستی اور خدا کے محبوب کی باتیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) جنہوں نے خدا کے پیار کو بھی حاصل کیا۔ انتہائی پیار کو کہ کسی اور انسان نے خدا کی محبت کے لحاظ سے اس سے بلند مقام حاصل نہیں کیا اور اتنا بڑا احسان کیا نوع انسانی پر کہ خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کی تمام راہیں انسان پر آپ نے کھول دیں۔

یہ زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیارے شاگرد۔ روحانی فرزند۔ آپ کے ایک غلام، ایک ایسے پیار کرنے والے کا زمانہ ہے جس نے اپنی ساری زندگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر گزاری تاکہ آپ کے دین کو استحکام ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے کہ دین اسلام ساری دنیا میں الٰہی وعدوں کے مطابق غالب آ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو بنیادی سبق ہمیں دیئے ہیں اور ان دو بنیادی اسباق کی طرف میں اپنے نوجوانوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔
ایک بنیادی سبق ہے توحید حقیقی کا خالص توحید کا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن عظیم انسان کے ہاتھ میں دیا اس قرآن میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بڑا زور دیا گیا ہے ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو سمجھنے کی راہیں کھولیں اس کی معرفت اس کا عرفان حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں وہ بتائے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق بھی بہت کچھ بتایا گیا اور اس کی صفات کے متعلق بھی بہت۔ کچھ بتایا گیا قرآن عظیم میں اور ہمارے جو اپنے رب کریم سے تعلقات ہوتے

چاہئیں ان کے متعلق بھی بہت کچھ بتایا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ اللہ عظیم ہستی ہے لیکن وہ اپنے بندوں سے پیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ جو ہر چشمۂ حیات ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور زندہ رکھنے والا وہ یہ چاہتا ہے کہ ایک زندہ تعلق اس کے بندوں کا اس کے ساتھ ہو جائے۔ ہمیں قرآن عظیم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی واحد لاشریک ہے وہ بے مثل و مانند ہے۔ نہ اس کی ذات جیسی کوئی اور ذات، نہ اس کی صفات کسی اور میں صحیح معنی میں عظمت و جلال کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ خود اسی نے یہ منصوبہ بنایا نوع انسان کو پیدا کر کے کہ انسان بحیثیت نوع کے اس کی صفات کے مظہر بنیں اور ہر فرد واحد انسانوں میں سے اپنی اپنی قوت اور طاقت اور صلاحیت اور استعداد کے مطابق خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی صفات پر چڑھائے۔ لیکن یہ رنگ جو انسان اپنی صفات پہ چڑھاتا ہے اس سے انسان خدا نہیں بن جاتا خدا تعالیٰ کی روشنی کا خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنتا ہے۔ اس کے متعلق شاید چند فقرے میں بعد میں بھی کہوں۔ اس کی وضاحت کرنے کے لئے۔ بہر حال ہمارا خدا جس پر ہم ایمان لائے وہ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ کوئی ایسی صفت جو اللہ میں ہونی چاہیئے نہیں کہ اس میں نہ ہو۔ ہر صفتِ حسنہ اسی میں پائی جاتی ہے اور ہر قسم کے عیب اور نقص اور کمزوری سے وہ پاک ہے اسی واسطے ہم اس کی تسبیح کرتے اور اس کی قدوسیت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہر شے کے کرنے پر وہ قادر ہے۔ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کر سکتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اگر اللہ اسے کرنا چاہے۔ اسے روک نہیں سکتی۔ اور دنیا کا کوئی منصوبہ اگر اللہ نہ کرنا چاہے اس سے کوئی کروا نہیں سکتا۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ بادشاہت اسی کی ہے۔ انسان کو اسی نے آزادی دی۔ اپنے دائرہ کے اندر لیکن ہر انسان کا وجود نوے فی صد سے بھی زیادہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے آزاد نہیں بلکہ اسکے حکم کا تابع ہے۔ دل کی حرکت ہے۔ آپ اپنی مرضی سے دل کی حرکت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ قانونِ الٰہی آپ کے دلوں کی حرکت پر متصرف، یہ جو لوتھڑا ہمارے سینے کے اندر دل کہلاتا ہے اور حرکت کرتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے قانون کا تابع ہے اس میں انسان آزاد نہیں ہے۔ پھر دورانِ خون ہے۔ بے شمار نظام جسمانی ہیں۔ کتنے، اللہ نے یہ کہا اور سوچنے

والوں نے اسے صحیح سمجھا کہ ایک انسان کا وجود بھی سارے جہانوں کی طرح بہت عظیم بڑی وسعتوں والا ہے ایک نظام کے بعد دوسرا نظام انسان کے علم میں آیا۔ جسم میں پانی کا نظام۔ ہم پانی پیتے ہیں۔ پانی پر ہماری زندگی کا بہت حد تک مدار ہے۔ پانی ہمارے جسم کے مختلف حصوں میں جاتا ہے۔ پانی مختلف حصوں سے نکل کے خارج ہوتا ہے ہمارے جسم سے اس کو کہتے ہیں نظام پانی (Water Metabolism) ایک دنیا ہے ایک کارخانہ ہے جو پانی کو کنٹرول کر رہا ہے۔ ہمارے جسم میں شکر ہے۔ شکر جو ہے وہ جسم کے لئے ضروری حصہ ہے۔ ہمارے جسم میں ایک کارخانہ ایسا لگا ہوا ہے کہ جو Starch کو کاربو ہائیڈریٹس کو شکر میں، میٹھے میں تبدیل کرتا ہے اور پھر اس سے وہ جسمانی طاقت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ بہت بڑا کارخانہ ہے اور ایسے شعبے ہیں اس کارخانے میں کہ جس دن آپ (ایک صحت مند انسان) دو چھٹانک میٹھا کھائیں تو جسم میں وہ شعبہ جو ہے وہ دو چھٹانک میٹھا ہضم کرنے کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے کیمیاوی اجزاء پیدا کرتا ہے کہ دو چھٹانک میٹھا ہضم ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی دن کوئی شخص نالائقی کرے اور دوست کے ہاں گیا ہے اور گرمی کے دن ہیں اور اس کے دوست نے آئس کریم بنائی ہے اور وہ لذیذ ہے بہت۔ وہ دوست کے ہاں بیٹھ کے دو سیر آئس کریم کھا جائے۔ یا زردہ یا فرنی زیادہ کھا جائے یا شربت پی جائے گرمی میں بہت زیادہ تو یہ جو شعبہ ہے یہ اسی کے مطابق کیمیاوی اجزاء پیدا کر دیتا ہے اور انسان بیمار نہیں ہوتا بلکہ ایک دن میں اس شعبہ نے دو چھٹانک میٹھے کو ہضم کرنے کا انتظام کیا (جو Sugar Metabolism کا ایک حصہ ہے) اور دوسرے دن اس نے آدھ سیر میٹھا ہضم کرنے کا سامان پیدا کر دیا۔

اسی طرح ہم پروٹین۔ لحمیات کھاتے ہیں اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور بہت سے Enzyme ہیں جو مختلف قسم کی لحمیات اور معدنیات کو ہضم کر رہے ہیں یعنی جتنا اندر، اور گہرے چلے جاؤ ایک کے بعد دوسری چیز ہمیں نظر آتی ہے۔ اتنا بڑا انتظام کہ ساری دنیا ایک طرف اور ایک انسان کے جسم کا نظام اس کے مقابلے میں دوسری طرف۔ اور یہ سارا آزاد نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ آزادی انسان کو صرف اس دائرہ کے اندر دی گئی

ہے کہ جس دائرہ میں جو اعمال کئے جاتے ہیں ان کے اوپر جزاء یا سزا کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں انعام نازل کرے گا یا اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی قہری تجلی نازل ہوگی ایک بدبخت انسان پر۔ اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو کوئی انسان زبردستی آزادی خدا عزّوجل سے چھین نہیں سکتا تھا۔ جزاء کا نظام اس نے روحانی زندگی میں مقرر کیا لیکن کیا ایک محدود زندگی گزارنے والے انسان نے سوچا کہ میں اپنی عمر میں ۳۰ سال۔ ۵۰ سال۔ ۸۰ سال ۱۰۰ سال میں کتنی نیکیاں کرلوں گا کہ وہ مجھے ابدی جنت کا مستحق بنا دیں۔ اس نے سوچا میں اتنی نیکیاں تو نہیں کر سکتا۔ خدا نے کہا۔ گھبراؤ نہیں۔ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا (قرآن کریم میں کھل کے یہ بات بیان ہوئی ہے) لیکن ابدی جنت کے پھر بھی تم وارث نہیں ہو سکتے اس لئے میں اس سے بڑھ کے اور بھی دوں گا۔ تاکہ تم ابدی جنتوں کے وارث ہو سکو۔

ہمارا خدا جو ہے وہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اسی پر پورا بھروسہ اور کامل توکل رکھیں ہمارا خدا ہم سے مطالبہ یہ کرتا ہے کہ ہم کسی کی خشیت اپنے دل میں پیدا نہ کریں۔ سوائے اس کے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي (البقرہ آیت: ۱۵۱) کا اعلان کیا قرآن کریم نے۔ ہمارا خدا ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے رنگ میں رنگین ہو کر جس طرح اس نے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے بے شمار چیزیں پیدا کردیں اسی طرح تم اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے اپنی زندگی کا ہر لحظہ وقف رکھو اور کسی کو دکھ نہ پہنچاؤ اور بنی نوع انسان کے ہمدرد اور غمخوار بنو۔ ہمارا خدا ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ شرک بالکل نہیں کرنا قبر پرستی بالکل نہیں کرنی انسانوں کو خدا بالکل نہیں بنانا۔ سارے انسانوں کو ایک مقام پہ لا کے کھڑا کردیا۔ اس لعنت سے محفوظ کرنے کے لئے کہ قبر پرستی نہ کہیں آجائے امت مسلمہ میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ فرمایا کہ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا۔ ساری کی ساری زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی ہے وہاں یہ بھی فرمایا کہ دو جگہیں ہیں جہاں تم نے

خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی۔ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت بھی دو جگہ نہیں کرنی۔ ایک لیٹرین ہیں جہاں تم گند کرتے ہو اور دوسرے قبرستان ہیں۔ ان جگہوں میں خدا کی عبادت بھی نہیں کرنی تا کہ شرک کے خیالات و ساوس سے تمہیں محفوظ رکھا جائے اور کوئی دوسرا بدظنی کرتے ہوئے تمہیں مشرک نہ سمجھنے لگ جائے۔ بدظنی کے مواقع سے دوسروں کو بھی بچا لیا۔

ہمارا خدا عظیم خدا ہے۔ دعاؤں کو وہ قبول کرتا ہے۔ وہ پیار کرتا ہے اگر اس کے پیار کے حصول کے جو طریق اسی کے بتائے ہوئے ہیں ان کے اوپر ہم چلیں۔ اور اس دنیا میں پیار کے جو صحیح تقاضے سمجھے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اسی طرح پیار کا اظہار کرتا ہے۔ مثلاً جب ایک انسان دوسرے سے پیار کرے اور چاہے کہ وہ دوسری ہستی مجھ سے بھی پیار کرے۔ مجھ سے ہمکلام ہو۔ مجھ سے باتیں کرے۔ قرآن کریم نے یہ دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل امت مسلمہ کے لئے کھلے رکھے ہیں۔ دوست خدا بنتا ہے پیار کرتا ہے اور یہ تو مہربانی ہے خدا کی کہ اپنے عاجز بندوں سے وہ پیار کرتا ہے اور اس سے دوستانہ سلوک روا رکھتا ہے اور اس مہربانی کے نتیجہ میں وہ ان کی مدد کو آتا ہے ان کی نصرت کرتا ہے وہ ان کے دکھوں کو دور کرتا ہے وہ ان کو جب آزماتا ہے تو ان کی شان کو بلند کرنے کے لئے وہ آزمائش ہوتی ہے جب وہ امتحان میں پاس ہو تے ہیں تو ان کو اس قدر انعام ملتا ہے کہ دنیا کا دماغ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو ہر لحاظ سے وہ اپنے پیار کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں اس واسطے کسی سے تم نے گھبرانا نہیں کسی کی طرف تم نے ہاتھ نہیں بڑھانا۔ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں تمہیں آزماؤں تو گلے شکوے نہیں کرنے۔ میں نے تمہارا امتحان لینا ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو اس دعویٰ میں تم سچے ہو یا نہیں۔

تو پہلا سبق اے میرے عزیز بچو ہمیں قرآن کریم نے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ دیا جو آج حضرت نے ہمارے سامنے دہرایا اور تاکید کی اس بات کی کہ اس سبق کو کبھی اپنی زندگی کے ایک لحظہ کے لئے بھی بھولنا مت وہ یہ ہے کہ خدائے واحد و یگانہ

پر ویسا ایمان رکھو جیسا ایمان قرآن عظیم کی شریعت ہمیں کہتی ہے کہ رکھو۔ قرآن کریم نے کھول کے بیان کیا۔ آپ کے اسباق کے اندر ممکن ہے تفاصیل آئیں اس کی۔ ممکن ہے نہ آئیں۔ بعض باتیں میں نے بیان کر دیں بعض آپ سیکھتے رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں گے آپ کے سامنے آجائیں گی۔

اسلام کا دوسرا سبق جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا۔ اس زمانے میں دنیا بھول گئی تھی وہ یہ کہ خدا کا پیار اگر حاصل کرنا ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کامل اتباع کرنی پڑے گی۔ اور کامل اتباع کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ پیار کرنا پڑے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔ بغیر حقیقی پیار کے انسان اتباع نہیں کیا کرتا اور اس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ کہہ کے کیا کہ:۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

(آلِ عمران آیت: ۳۲)

قیامت تک کے انسان کو کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے پیار کرتے ہو۔ حقیقی پیار۔ اور چاہتے ہو کہ خدا بھی تم سے پیار کرے تو خدا کے پیار کو حاصل کرنے کا طریق اور خدا سے پیار کے اظہار کرنے کا طریق یہ ہے (اتبعونی) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کو تم حاصل کرلو گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپؐ کے جلال اور آپؐ کے مقام کو پہچاننا اور ہر وقت اس عظمت و جلال کو سامنے رکھ کر آپؐ پر درود بھیجتے رہنا۔ یہ ایک احمدی مسلمان کا بنیادی فرض ہے۔ یہ دوسرا سبق ہے جو ہمیں سکھایا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ میں صرف ایک چھوٹا سا حوالہ اس وقت آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد

ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے........اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار اور افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶ بحوالہ کتاب۔ مرزا غلام احمد صفحہ ۱۸۱)

یہ جو مَیں نے چھوٹا سا اقتباس پڑھا اس میں جو باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:۔

نمبر ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توحید حقیقی کو قائم کرنے والے ہیں،

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ﷻ سے انتہائی درجہ پر محبت کرنیوالے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم انتہائی درجہ پر بنی نوع کے ہمدرد اور غمخوار ہیں۔

اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت بخشی۔

اور پانچویں یہ کہ انتہائی محبت آپؐ نے اپنے ربِّ کریم سے کی اور انتہائی ہمدردی اور غم خواری آپ نے بنی نوع سے کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تمام انبیاء پر آپ کو فضیلت بخشی اور دوسری طرف آپ کو بنی نوع انسان کے لئے حقیقی معنی میں اور یقینی طور پر محسنِ اعظم بنا کر بھیجا۔ اتنا احسان ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نوع انسانی پر کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ آپؐ سرچشمہ ہیں ہر ایک فیض کا۔ کوئی فیض بنی نوع انسان کے اندر بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس فیض کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ سے نہ ہو۔ ہر فیض ہر انسان نے (فیض چھوٹا ہو یا بڑا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہی حاصل کرنا ہے۔ اور وہ شخص جو یہ اقرار نہ کرے اور کہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کے فیض کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کئے بغیر حاصل کر سکتا ہوں۔ اور وہ شخص جو یہ نہ کہے اور یہ اقرار نہ کرے کہ مجھے فیضِ باری کے حصول کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یا وہ شخص جو یہ کہے کہ مَیں نے جو فیض اور فضیلت حاصل کی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر حاصل کی ہے وہ ذریتِ شیطان ہے۔

نمبر ۶: ہر ایک فضیلت کی کنجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے جب تک آپؐ تالہ نہ کھولیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک معرفت کا خزانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کو ما اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو چکا ہے۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی معرفت میں آگے بڑھنے کی سعی نہیں کرتا وہ محروم ازلی ہے۔

غیر، ہم ہیں کیا۔ ہم لاشئے محض ہیں۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اور ناشکرے ہوں گے اگر یہ نہ کہیں کہ زندہ خدا کی شناخت اسی کامل نبی کے ذریعہ ہم نے پائی۔ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیضان ہے کہ آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اپنے عاجز بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مثال دی ہے اور اسی میں ساری باتوں کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ آپؐ آفتابِ ہدایت ہیں یعنی ہدایت کا ایک سورج ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو شخص سورج کے سامنے کھڑا ہو گا اس پر اس کی شعاعیں پڑیں گی لیکن جو شخص کمرے میں داخل ہو کر دروازے بند کر دے تو وہ روشنی سے محروم ہو جائے گا۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے کھڑا نہیں ہوگا۔ تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاع سے محروم ہو جائے گا آپؐ کی شعاع دھوپ کی طرح ہے۔ ہم اس وقت تک ہی منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم آپؐ کے سامنے کھڑے رہیں اور ہم پر آپؐ کی شعاع پڑتی رہے۔ آپؐ سے دوری کی راہوں کو اختیار کرنے والے خدا کے غضب کو بلانے والے ہیں اور جس مقصد کیلئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے یعنی عبد بننے کیلئے اس مقصد میں ناکام ہونے والے ہیں۔

پس دوسرا بنیادی سبق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ ہدایت ہیں اور یہ محض فلسفہ یا لفاظی نہیں ہے بلکہ امتِ محمدیہ میں کروڑہا ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع خلوصِ نیت اور اخلاص سے کر کے آپؐ کے نور سے روشنی حاصل کی اور اپنے آپ کو منور کیا اور تمام نعمتوں کو پایا۔

پس اے میرے بچو! ابھی سے یہ عزم کرو کہ تم روحانی ترقی کے ان دروازوں سے داخل ہو کر جو خدا نے اسلام کے ذریعہ کھولے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہو گے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے ہو گے خدا کرے کہ آپ کے لیے بھی یہی مقدر ہو اور ہمارے لئے بھی یہی مقدر ہو۔" (آمین)

غزلیات:

○

وقتِ رخصت تو کچھ کہا ہی نہیں
جلتے احساس کی صدا ہی نہیں

آندھیاں تیز تھیں حوادث کی
آسماں ٹوٹ کر گرا ہی نہیں

مَیں تو پت جھڑ کو ہنس کے سہہ لُونگا
کچھ خبر اس کی جو کھلا ہی نہیں

آئینہ دیکھ کر یہ بھید کھُلا
مَیں تو اس شخص سے ملا ہی نہیں

میں جو گرتا تو اپنے قدموں میں
مَیں اُلجھ کر کبھی گرا ہی نہیں

پھر مَیں کیسے اُسی کا ہو رہتا
اب تو وہ شخص وہ رہا ہی نہیں

تپتے لب خود ہی جل گئے طاہرؔ
یا سنانے کو کچھ رہا ہی نہیں

جناب طاہر عارف لاہور

○

وہی گلی وہی خاموش سائبان بھی ہے
ترا غرور بھی ہے جوگیوں کا مان بھی ہے

اُدھر کے لوگو اندھیرے ہیں اتنا سوچا کرو
ندی کے پار پرانا سا اک مکان بھی ہے

سفر پہ نکلا ہوں جس دن سے میں تو میرے ساتھ
نگر نگر تری تنہائیوں کا دھیان بھی ہے

کوئی صدا مجھے کہتی ہے مت رُکو کہ ابھی
زمیں پاؤں میں ہے سر پہ آسماں بھی ہے

افق کے پار ہے وہ شہر اپنے خوابوں کا
جہاں کی رات مقدس بھی ہے جوان بھی ہے

یہی نہ ہو میرا ساتھی کہ اس کے ماتھے پر
وہی لکیر وہی زخم کا نشان بھی ہے

سفر کے پھول تو ہیں لیکن اپنی جھولی میں
سفر کے پھولوں کی اک لمبی داستان بھی ہے

عتیکاف خالد

○

دل بعد شوق گرفتارِ محبت ہی رہا — یوں مرے سر پہ سدا سایۂ رحمت ہی رہا

ہوشمندوں کو گوارا نہیں رسوا ہونا — تیرے دیوانوں کو یہ باعثِ عزت ہی رہا

بوالہوس بیٹھ گیا صحنِ چمن میں جا کر — رہروِ شوق مگر محوِ مسافت ہی رہا

کاش ہو جائے یہ عرفان نصیبِ مسلم — باعثِ شوکتِ دیں نورِ خلافت ہی رہا

شیخ نے سایۂ محراب میں راحت پائی — ہم کو مجنوں کی طرح شوقِ شہادت ہی رہا

زندگی بھر تو گناہوں پہ کمربستہ رہا — حشر کے روز مگر طالبِ جنت ہی رہا

جب سے شبیر مجھے چوٹ لگی ہے دل پر
درد میرے لئے سامانِ ضیافت ہی رہا

(جناب چوہدری شبیر احمد)

خالد معلوماتی مقابلہ ۲

جوابات بھجوانے کی آخری تاریخ
۲۵ جنوری ۱۹۸۰ء

۱۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو بائیبل نے کس نام سے یاد کیا ہے؟

۲۔ قرآن کریم نے کس نبی کی امت کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ زائد بتائی ہے؟

۳۔ آنحضورؐ کی تاریخ وفات سن عیسوی کے مطابق کیا ہے؟

۴۔ "عزت کا خطاب" یہ خطاب کسے عطا ہوا اور کس موقعہ پر؟

۵۔ وسل بابا امرتسری کون تھا؟

۶۔ پہلا لاسلکی پیغام کب اور کہاں سے کہاں تک بھیجا گیا؟

۷۔ خلاء میں عورت کی پہلی پرواز کب ہوئی؟

۸۔ روس نے پہلی مرتبہ کب ہائیڈروجن بم بنایا؟

۹۔ قرآن کریم میں کل کتنے رکوع ہیں؟

۱۰۔ حضرت ابوہریرہؓ کس قبیلہ اور علاقہ سے تعلق رکھتے تھے؟

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

اللہ کا گھر اور ابرہہ کے ہاتھی

جناب حسن محمد عارف ربوہ

دنیا میں اللہ کا پہلا گھر مکہ میں حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا۔ پھر یہ طوفانِ نوحؑ کی لہروں کی نذر ہو گیا اور پھر اسے اللہ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر تعمیر کیا اور اس کے بعد یہ باقاعدہ قائم رہا۔ اور عرب کے سارے قبائل اس کی زیارت اور اس کے گرد طواف کے لئے آتے رہے لیکن غیر قوموں کی نظروں میں یہ خار کی طرح کھٹکتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبد المطلب بن ہاشم کا زمانہ آ گیا۔ یہ وہی عبد المطلب ہیں جو حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے جو اس وقت مکہ کے سب سے بڑے سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے زمانہ میں ابرہہ شاہ یمن نے اپنے دیو پیکر ہاتھیوں کے ساتھ اللہ کا یہ گھر ڈھانے کے لئے حملہ کیا تھا۔

عرب کا ریگستان۔ شدت کی گرمی۔ ریت کے طوفان۔ یہاں ہاتھی کہاں سے آئے۔ ابرہہ کو یہ کہاں سے ملے یہ ایک طویل داستان ہے جو ہم آج آپ کو سناتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئے اور ان کا کیا حشر ہوا اور ان کے ساتھ ہی اس بدنصیب ابرہہ کے ساتھ کیا بیتی۔

قرآن کریم کی سورۃ الفیل میں ابرہہ کے ہی ہاتھیوں کا ذکر ہے اور ہے بھی کیسے عبرت آموز الفاظ میں:۔

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا ان کی تدبیر کو ملیامیٹ نہیں کر دیا۔ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جو ان (کے گوشت) کو سخت قسم کے پتھروں پر مارتے (اور نوچتے) تھے۔ جس نے ان

ہتھیار

"ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار۔ توبہ۔ دینی علوم کی واقفیت۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم)

سب کو کھائے ہوئے چارہ کی طرح کر کے رکھ دیا۔"

عرب ایک جزیرہ نما ہے۔ اس کے تین طرف یعنی مشرق، مغرب اور جنوب میں پانی ہے اور شمال میں خشکی یعنی عراق، شام اور اردن ہیں۔ عرب کے جنوب مغربی کونے میں ایک چھوٹا سا ملک ہے یمن اس کا نام ہے اور صنعاء اس کا دارالخلافہ۔ اس ملک کے آخری مشرک بادشاہ کا نام ذونواس تھا۔ یہ بڑا ظالم شخص تھا اس کی سلطنت میں ہزاروں عیسائی آباد تھے۔ اور اس نے کسی بات سے خفا ہو کر اپنی مملکت کے بیس ہزار عیسائی قتل کروا دیئے۔ ان عیسائیوں میں ایک شخص دوس ثعلبان بھی تھا۔ جو کسی طرح ذونواس کے ہاتھ سے بچ گیا اور وہ اپنی جان بچا کر شام جا پہنچا جو اس وقت قیصر روم کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔

افریقہ کے مشرقی ساحل پر ایک ملک حبشہ ہوا کرتا تھا۔ اسے آج کل ایتھوپیا کہا جاتا ہے۔ یہ ملک بھی قیصر روم کا باجگزار تھا۔ اور اس کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔

دوس ثعلبان نے قیصر روم کے پاس جو خود عیسائی تھا دہائی دی کہ یمن کے سب عیسائی قتل کر دیئے گئے ہیں ان کا انتقام لیا جائے لیکن یمن پر حملہ کرنے کے لئے قیصر روم کو ڈیڑھ دو ہزار میل کا لق و دق صحرا عبور کرنا پڑتا تھا جہاں راستے میں فوجوں کے لئے نہ دانہ اور نہ پانی مل سکتا تھا۔ گرمی کی شدت اس قدر کہ اتنا طویل سفر میں لاتعداد سپاہیوں کے ہلاک

ہونے کا خطرہ تھا۔ اسی صورت حال کے پیش نظر
قیصر روم نے نجاشی کو کہلا بھیجا کہ چونکہ یمن اس
کے قریب ہے اس لئے وہ اس پر حملہ کرے اور
ذونواس کو بے گناہ عیسائیوں کے قتل کی سخت
سزا دے۔ نجاشی خود بھی دین مسیحی رکھتا تھا اس
لئے وہ بلا تامل اس کام کے لئے آمادہ ہو گیا۔
اور اس کے لئے اپنے دو آزمودہ کار جرنیل
اریاط اور ابرہہ بن صباح کو تیار کیا۔ ان کے
ساتھ ایک بہت بڑی فوج کی اور اس فوج
کے ساتھ تیرہ ہاتھی بھی شامل کئے۔ چونکہ حبشہ
اور یمن کے درمیان صرف اٹھارہ میل کا سمندر
ہی تھا اس لئے یہ ہاتھی جہازوں پر اس لشکر
جرار کے ساتھ یمن آئے تاکہ یہ دشمن کو سزا
دینے میں کام آسکیں۔

حبشہ افریقہ کا وہ ملک ہے جہاں سے
دریائے نیل نکلتا ہے اور اس ملک میں گھنے
جنگلات میں پہاڑیاں ہیں جن میں لاتعداد ہاتھی
گھومتے پھرتے ہیں۔ اور یہاں سے ہاتھیوں کا
ملنا کوئی امر دشوار نہ تھا۔ غرض ابرہہ اور اریاط
نے بحیرہ قلزم کو جہازوں پر عبور کیا۔ ساتھ لشکر
جرار تھا۔ تیرہ ہاتھی تھے اور ان کے ساتھ یمن
پر حملہ کردیا۔ اور یمنی فوج کو عبرت ناک شکست
دی۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ بڑی خونریزی
ہوئی۔ اور یمن کا بادشاہ ذونواس بھاگ نکلا اور
سمندر میں ڈوب کر مر کھپ گیا۔ ذونواس خاندان حمیر
سے تعلق رکھتا تھا اور یوں خاندانِ حمیر کا چراغ
یمن میں گل ہو گیا اور اریاط اور ابرہہ اس
ملک کے حکمران بن گئے۔

ایک نیام میں کبھی دو تلواریں نہیں رہ
سکتیں اور اسی طرح ایک ملک میں دو بادشاہ
بھی بیک وقت حکومت نہیں کر سکتے۔ بس
ٹھن گئی۔ اریاط میں اور ابرہہ میں۔ بڑی سخت
لڑائی ہوئی۔ جانوں کا بے شمار نقصان ہوا
لیکن فیصلہ کن نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ آخر دونوں
نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ خود آپس میں لڑ کر فیصلہ
کرلیں اور جو جیت جائے وہ ملک پر قابض ہو
جائے۔ اور جب دونوں کا آپس میں آمنا سامنا
ہوا تو اریاط نے پہلے ہی حملہ میں ابرہہ کو لہولہان
کردیا۔ ہونٹ پر شدید چوٹ آئی۔ ہونٹ اور
ناک کٹ گئے۔ اسے دیکھ کر ابرہہ کے ایک
غلام نے جس کا نام عتودہ تھا اریاط پر خوفناک
حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا۔ اور یوں ابرہہ
میدان جنگ سے زندہ تو واپس آگیا لیکن شدید
زخمی حالت میں آیا۔ کافی علاج کے بعد اس
کے زخم مندمل ہوئے اور وہ یوں یمن کا
بادشاہ بنا۔

لیکن جب شاہ نجاشی کو اس واقعہ کی خبر
ہوئی تو وہ تو آگ بگولہ ہو گیا اس نے ابرہہ کو
جوش و غضب سے بھرا ہوا خط لکھا کہ تو یاد
رکھ کہ خدا کی قسم تیری اس حرکت کی ایسی سخت

سزا دوں گا کہ تیری پشتیں یاد کریں گی۔ تیرے شہروں کو پامال اور ویران کر کے رکھ دوں گا اور تیری چوٹی کاٹ ڈالوں گا۔ اور سخت دھمکی آمیز باتیں بھی لکھیں۔ ابرہہ کو جب یہ خط ملا تو اس کے ہوش اڑ گئے اور انتہائی خوفزدہ ہو گیا اس نے نجاشی کے سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ خاطر مدارات کی اور عزت و احترام سے پیش آیا۔ اور نجاشی کے خط کا بڑی ہی عاجزی سے جواب لکھا اور سفیر کے ہاتھ بڑے قیمتی تحفے بھجوائے۔ اور ساتھ ہی ایک تھیلی میں مٹی بھر دی اور اس پر اپنے بال رکھ دیئے اور انتہائی عاجزی اور انکساری سے معافی کا طلبگار ہوا اور لکھا کہ یمن کی زمین آپ کو بھجوا رہا ہوں اور اپنی چوٹی کے بال بھی خدمت شاہ میں پیش ہیں اور یوں آپ کی قسم پوری کرتا ہوں۔ میں تو آپ کا فرماں بردار اور تابعدار ہوں۔ میری خطاؤں پر چشم پوشی فرمائیں اور اس گنہ گار کو بخش دیں اور یوں اس نے نجاشی کو خوش کر لیا۔ اور یمن کی بادشاہی ابرہہ کو مل گئی۔ ساتھ ہی ایک اور تدبیر بھی کی کہ اسے اطلاع دی کہ آپ کے نام کا ایک گرجا بنواتا ہوں جو اپنی نظیر آپ ہو گا جسے دیکھ کر آپ شادماں ہونگے اور اپنے وعدہ کے مطابق پھر ایک گرجا تعمیر کروایا جس کی نظیر نہیں ملتی تھی اور اس کے مینار

اس قدر بلند اور خشک بُرس تھے کہ دیکھنے والوں کو ٹوپی سنبھالنی پڑتی تھی اور اسی نسبت سے اسے قلیس کہتے تھے جس کا مطلب تھا ٹوپی گرا دینے والا۔

اس کی تعمیر ہو چکی تو اب ابرہہ کے دماغ میں ایک خیال پیدا ہوا۔ اسے علم تھا کہ عرب کے لوگ بیت اللہ کا حج مکہ میں کرتے ہیں اور اب کیوں نہ اس گرجے کا حج کریں اور اس خیال کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حکم دیا اور اعلان کیا کہ اب لوگ بجائے بیت اللہ کے اس گرجا کے حج کے لئے آیا کریں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبائلِ عرب نے اس کا سخت بُرا منایا اور قریش بھی مشتعل ہو گئے اور بادشاہ کے حکم کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا اس انکار کا نتیجہ تو ظاہر ہی ہے۔ ابرہہ کو تو آگ لگ گئی۔ لیکن اس دوران ایک اور واقعہ پیش آگیا کہ کوئی من چلا اس گرجے میں رات کو پاخانہ پھیر گیا۔ ابرہہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اسے بتایا گیا کہ یہ سب قریشیوں کی حرکت ہے اور انہوں نے اس گرجے کی بے حرمتی صرف اس وجہ سے کی ہے کہ آپ نے ان کے بیت اللہ کا حج بند کیا ہے۔ اس وقت اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبۃ اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔

اب ابرہہ نے ایک فوج تیار کی اور اس میں وہ تیرہ ہاتھی بھی شامل کئے جو وہ حبشہ سے یمن پر چڑھائی کے لئے افریقہ سے لایا تھا ان میں سے ایک ہاتھی کا نام محمود بھی تھا۔ بعض روایات کے مطابق ہاتھی آٹھ تھے یہ تجویز کی کہ کعبہ کے گرد زنجیریں ڈال کر

بہادر

"بہادر وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے"

(بخاری)

ہاتھیوں کے ساتھ باندھ کر انہیں ہنکا کر کعبہ کو
چشم زدن میں گرا دیا جائے۔ اور یوں ابرہہ
اللہ کے گھر کو ڈھانے کے لئے یمن سے چل پڑا
راستہ میں ان دو نہایت مضبوط قبائل سے جنگ
ہوئی جو کعبۃ اللہ کے ثناخواں تھے لیکن بُری
طرح شکست کھائی۔ یہاں تک کہ وہ طائف تک
پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر طائف والوں نے اس
شرط پر صلح کر لی کہ وہ ان کے مندر کو تباہ نہ
کرے۔ اور ایک شخص جس کا نام ابورغال تھا
ابرہہ کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ اس کی فوج کو
راستہ دکھانے میں مدد کرے۔ غرض یوں
ابرہہ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کے گرد و نواح
میں پہنچ گیا

یہاں وادی میں مکہ والوں کے ڈھور
ڈنگر چر رہے تھے جنہیں ابرہہ کے ایک سردار
اسود بن مقصود نے پکڑ لیا۔ انہی جانوروں
میں حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔

بعد ازاں ابرہہ نے اپنا ایک سفیر قریش
مکہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے سب سے بڑے
سردار کو بلا کر لائے اور یہ پیغام دیا کہ اس
کا ارادہ جنگ اور قتال کا نہیں بلکہ صرف اتنا
ہی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ کو گرا دے
اور اس کے بعد وہ واپس چلا جائے گا۔ لیکن
مکہ والوں نے اگر اس میں کسی قسم کی رکاوٹ
ڈالنے کی کوشش کی تو پھر اس کا نتیجہ جنگ کے
سوا کچھ نہ ہوگا۔

ابرہہ کا جو سفیر قریش مکہ کے پاس گیا
تھا اس کا نام حناطہ حمیری تھا۔ اس نے پتہ کیا
تو معلوم ہوا کہ عبدالمطلب قریش مکہ کے سب
سے بڑے سردار ہیں۔ حناطہ ان سے ملا اور بادشاہ
کا پیغام دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عبدالمطلب
نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا ارادہ بھی جنگ کا نہیں اور
نہ ہی ہم ابرہہ جیسے بادشاہ کے ساتھ جنگ
کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہ گھر اللہ کا گھر ہے۔ ہمارا
نہیں اور جس کا یہ گھر ہے وہ اس کی حفاظت
بھی کرے گا۔

اس پر حناطہ نے کہا کہ آپ ہمارے

بادشاہ کے پاس چلیں اور حضرت عبد المطلب
حناطہ کے ہمراہ بادشاہ کے پاس پہنچ گئے

حضرت عبد المطلب بڑے خوبصورت سرخ
وسپید اور بڑے بارعب رئیس مکہ تھے۔ ابرہہ
انہیں دیکھ کر تخت سے نیچے اتر کر آپ کیساتھ
ہی قالین پر بیٹھ گیا۔ اور آپ سے دریافت کیا
کہ آپ کا کیا ارادہ ہے اور کیا خواہش ہے۔
آپ نے فرمایا۔ میرے دو سو اونٹ آپ کی فوج
والوں نے پکڑ لئے ہیں۔ وہ دلوا دیجئے!

ابرہہ یہ سن کر بہت حیران ہوا اور کہنے
لگا کہ جناب میں تو آپ کے بیت اللہ کو ڈھانے
کے لئے آیا ہوں آپ کو اس کی فکر کرنی چاہیئے
تھی۔ دو سو اونٹوں کی اس کے سامنے کیا حیثیت
ہے۔ میں تو آپ کے عبادت خانہ کو خاک میں ملانے
کے ارادہ سے آیا ہوں جس کی آپ کو فکر کی ضرورت
ہے۔ مجھے تو آپ کے اس دو سو اونٹ کی واپسی
کے مطالبہ پر بہت افسوس ہوا ہے۔

حضرت عبد المطلب نے جواب دیا ہے

بادشاہ! یہ اونٹ میرے ہیں اور اسی وجہ سے
میں نے ان کا مطالبہ کیا ہے۔ بیت اللہ تو خدا
کا گھر ہے۔ جس کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت
کرے گا۔ اس پر ابرہہ نے گستاخی سے کہا کہ
اب تو خدا بھی اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا
سکے گا۔ تو حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ یہ تمہارا
اور خدا کا معاملہ ہے۔ میرے اونٹ اور گھر والوں
کے ڈھور ڈنگر تو واپس کر دیں۔

اس پر ابرہہ نے وہ اونٹ اور جانور
دلوا دیئے جو آپ اپنے ہمراہ مکہ سے آئے

مکہ پہنچ کر آپ نے مکہ والوں سے کہا کہ
سب لوگ پہاڑوں میں چلے جائیں اور یوں مکہ کا
شہر خالی کر دیا گیا اور حضرت عبد المطلب بعض
منتخب سرداروں کو لے کر کعبہ تشریف لے گئے
اور اس کے پردہ کو پکڑ کر خدائے ذوالجلال سے
مضطرب ہو کر دعا کی کہ وہ خود اپنے گھر کی حفاظت
فرمائے۔

اگلے روز ابرہہ نے حملہ کی تیاری کی اور
اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا آگے رکھا اور
جب چلنے کا وقت آیا تو وہ ہاتھی بیٹھ گیا اور
باوجود پوری کوشش کے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا
اسے اٹھانے کے لئے نیزے مارے گئے۔ اس کے
بدن میں کھرپیاں گھسیڑی گئیں۔ اسی طرح دوسرے
تمام آلات اور کانٹے وغیرہ اس کے پیٹ اور منہ
پر مارے گئے۔ مگر اس نے چلنے سے انکار کر دیا۔

روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ہاتھی کا منہ
شام کی طرف کیا تو وہ اس کی طرف چل پڑا۔ یمن
کی طرف اس کا منہ کیا تو اس طرف بھی چل پڑا۔
مشرق کی طرف منہ کیا تو چل پڑا لیکن جونہی اس کا
منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔

اس کوشش میں لشکر کی روانگی میں بہت
تاخیر ہو گئی۔ اتنے میں بادشاہ کو خبر پہنچی کہ لشکر

ہیں بعض سپاہیوں کو چیچک ہو گئی ہے۔ چیچک
اصل میں حبشہ سے آئی اور یہ اسی ملک کی مخصوص
بیماری ہے۔ عربوں کو اس کا علم نہ تھا۔ چنانچہ
سارے لشکر میں گھبراہٹ اور بے چینی پھیل
گئی۔ جس کی وجہ سے لشکر روانہ نہ ہو سکا۔ شام
تک ہزاروں آدمی چیچک سے تڑپنے لگے۔ دوسرے
دن موتیں شروع ہو گئیں۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا
کہ بلا تاخیر ادھر ادھر منتشر ہو جانا چاہیئے۔
اب لشکر کو مکہ کے ارد گرد میلوں تک
پھیلے ہوئے جنگل کا علم نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ
بھاگے تو راستہ نہ ملا۔ اور اکثر چیچک میں ہی
مبتلا ہو گئے۔ ابرہہ خود چیچک میں مبتلا ہو کر
جو بھاگا تو اس کے بدن میں پیپ پڑ گئی اور راستہ
میں گوشت جھڑتا گیا اور صنعا تک پہنچتے تک
روایات کے مطابق اس کی صرف ہڈیاں اور سر باقی
رہ گیا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر وہ مر گیا۔

اسی طرح وہی ہاتھی اور وہی فوج جو بیت اللہ
کو ڈھانے کے لئے آئی تھی تو پرندوں کے جھنڈ کے
جھنڈ ان کی لاشوں پر دنوں ضیافت اڑاتے رہے
اور وہ چبائے ہوئے چارہ کی طرح ہو کر رہ گئی
یہ تھا انجام ان ہاتھی والوں کا جو اللہ کے
گھر کو مسمار کرنے کے لئے چڑھ دوڑے تھے

اے چشم بینا عبرت اور پھر عبرت!
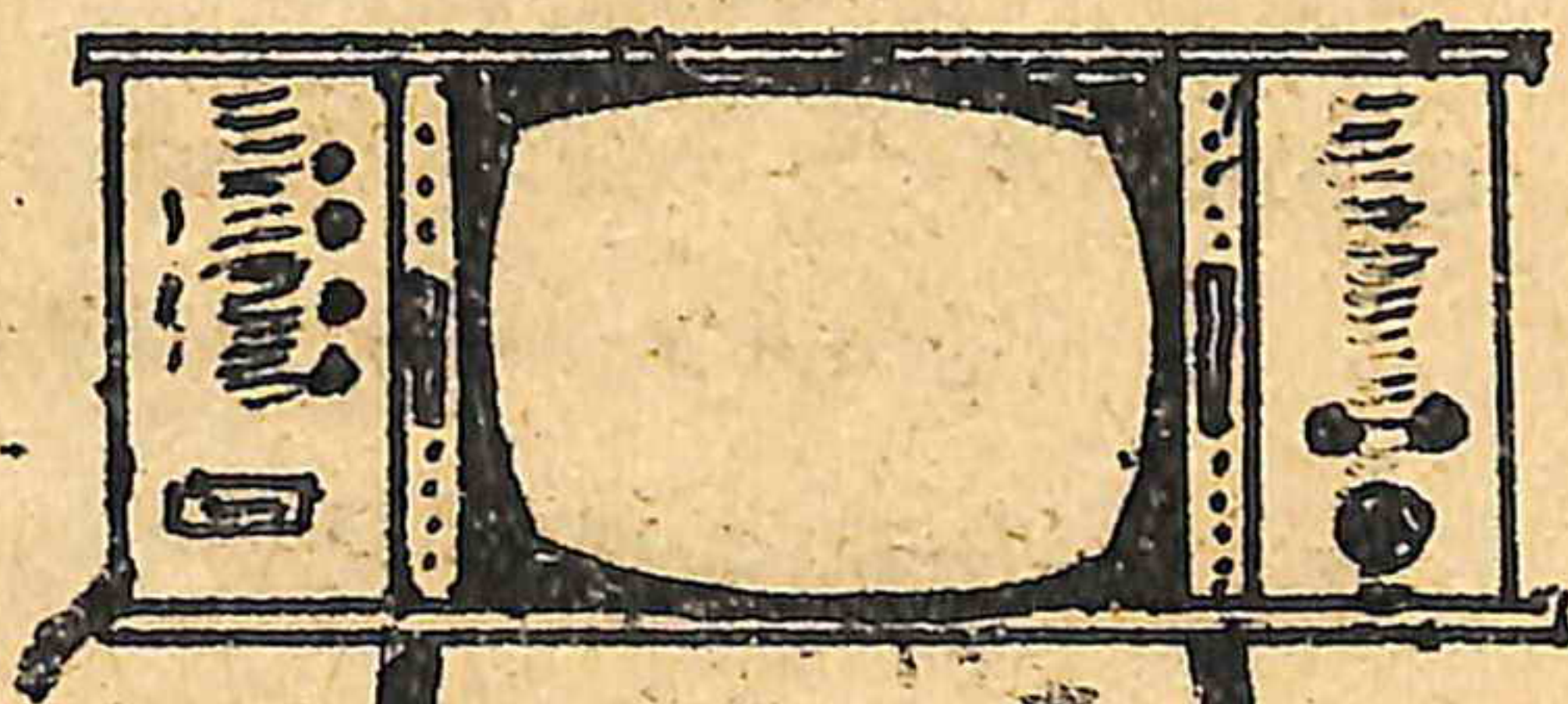
○

حضرت المصلح الموعود المسیح الثانی خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا مختصر خاکہ

از جناب محمود مجیب اصغر - اسلام آباد

قسط نمبر ۳

(تسلسل کیلئے دیکھیں خالد نومبر و دسمبر ۱۹۷۸ء و فروری ۱۹۷۹ء)

(۱) ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کا دن تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسی روز ایک ایسے شخص کو خلافت کی ردا پہنائی گئی جس کے وجود کے ساتھ بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں وابستہ تھیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد رضؓ کے خلافتِ ثانیہ کے تخت پر متمکن ہونے کے ساتھ احمدیت کے ایک نئے اور مبارک دور کا آغاز ہوا۔

اسی دور میں جماعت کو بڑی بڑی کٹھن آزمائشوں میں سے گزرنا پڑا کیونکہ خارقِ عادت ترقیات غیر معمولی قربانیوں کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتی ہیں۔

تھے پچانوے فیصد ہو گئے

گو حضرت خلیفۃ اول رضی ساری عمر خلافت کی اہمیت اور اس کے ساتھ وابستہ برکات پر زور دیتے رہے لیکن یہ وقت جماعت پر کڑی آزمائش کا وقت تھا۔ ایک طرف بڑے بڑے با اثر لوگ تھے جو صدر انجمن احمدیہ کے کرتے دھرتے تھے اور دوسری طرف مومنین کی جماعت تھی جو نظام خلافت کو قائم رکھنے کے لئے ایک ۲۵ سالہ بچے کے ہاتھ پر بیعت کر کے خدائی وعدوں کے مطابق مبائعین میں شامل ہو رہے تھے۔ اور حالت یہ تھی کہ نئے روحانی آقا کے پاس نہ پیسہ تھا اور نہ جمعیت تھی صرف ایک خدا تھا جس نے آپ کو اس بلند مقام پر کھڑا کیا تھا۔

ان حالات میں آپ کو الہام ہوا۔
لیمزقنہم
چنانچہ
تھوڑے سے ہی دنوں میں وہ جو پانچ فیصد

(۲) حضرت خلیفۃ ثانی رضی نے خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی منارۃ المسیح کا تعمیر دوبارہ شروع کروائی۔ جس کا سنگ بنیاد حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۳ میں رکھا تھا اور تعمیر بعض مشکلات

کی توجہ سے بند تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں یہ
مینار مکمل ہو گیا۔

(۳) آپؓ نے ابتداء میں ہی جماعتی تربیت
اور انتظامی امور کی طرف توجہ فرمائی۔
عورتوں اور مردوں میں الگ الگ
قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا اور
خطبات اور تقاریر کے ذریعہ تربیت
پر بہت زور دیا جس سے جماعت
میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ ۱۹۱۹ء
میں آپ نے صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں
کا نظام قائم فرمایا اور پھر تمام جماعتوں
میں باقاعدہ عہدیداروں کے انتخابات
کا نظام جاری فرمایا اور ان کے کام کی
نگرانی کا خاطر خواہ انتظام فرمایا جس
کے نتیجہ میں جماعت منظم اور مستحکم ہو
کر غلبۂ اسلام کے لئے زیادہ مستعدی
سے کام کرنے لگی۔

(۴) عورتوں کی تربیت اور ان میں اسلامی
شعار پیدا کرنے کے لئے آپ نے ۱۹۲۲ء
میں عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ قائم
فرمائی اور ۱۹۲۶ء میں ان کے لئے ایک
علیحدہ رسالہ "مصباح" کے نام سے
جاری فرمایا۔ نیز ۱۹۲۸ء میں قادیان
میں نصرت گرلز ہائی سکول قائم فرمایا اور
اس میں احمدی بچیوں کے لئے دینی تعلیم
کے پہلو کو بھی مدنظر رکھا گیا۔

(۵) ۱۹۲۲ء میں ہی آپ نے مجلس مشاورت
قائم فرمائی جس سے ساری جماعت کو
اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعہ جماعت
کے معاملات کو سمجھنے اور ان کے لئے
مشورہ دینے کا موقع ملتا ہے

(۶) ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ۱۹۲۲ء / ۱۹۲۳ء
میں ہندوؤں کے آریہ سماج فرقہ کی
طرف سے ملکانہ راجپوت قوم سے
متعلق مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک
شروع ہوئی دراصل ملکانہ قوم کے
مسلمانوں پر ہندو عقائد اور رسموں
کا اتنا اثر تھا کہ وہ مسلمان کہلانے
کے باوجود بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے
چنانچہ ان لوگوں کی وجہ سے ہندوؤں
نے لوگوں کو اسلام سے مرتد کرنے کی
زبردست سکیم بنائی۔ آپ نے جماعت
میں تحریک کر کے سینکڑوں ہزاروں
احمدیوں کو تین تین ماہ کے وقف پر ان
کے اپنے خرچ پر اس علاقہ میں بھجوا دیا
آپ نے ایک خاص نظام کے تحت اس

علاقہ میں احمدی رضا کار مبلّغین کا ایک وسیع جال بچھا دیا جن کی کوششوں اور آپ کی دعاؤں اور روحانی توجہات سے آریہ سماج کی یہ تحریک ناکام ہو گئی۔

(۷) ہندوستان میں ہندوؤں کی طرف سے متواتر ایسی کتب شائع ہوتی رہتی تھیں جن میں بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملے کئے جاتے تھے اس وجہ سے کئی جگہ ہندو مسلم فساد بھی ہوتے۔ آپ نے ایک ایسا قانون بنوانے کی کوشش کی جس سے ہر ایک شخص کو مذہبی پیشواؤں کی بے عزتی کرنے سے قانوناً روکا جائے۔ چنانچہ آپ کی کوششوں اور دعاؤں سے حکومت نے ایک ایسا قانون بنایا جس کی رو سے تمام مذہبی پیشواؤں کی عزت محفوظ ہو گئی۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے آپ نے ۱۹۲۸ء میں ملک گیر سیرت النبیؐ کے موضوع پر جلسوں منعقد کروانے جن میں ایک ہزار جماعت کے تیار کردہ لیکچراروں کے علاوہ غیر مسلم شرفاء کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھا لیے

پڑھنے کے مواقع فراہم کئے گئے۔ یہ بابرکت سکیم اب تک ساری جماعت میں ملک ملک جاری ہے۔

(۸) ۱۹۲۱ء میں بعض انتہا پسند مسلمانوں نے انگریزوں کی حکومت میں رہنے کی بجائے افغانستان ہجرت کرنے کی تحریک شروع کی۔ آپ نے اس

(۹) ۱۹۲۴ء میں آپ نے بارہ حواریوں کے ایک وفد کے ہمراہ یورپ کا تبلیغی دورہ

اسے قوت دے کر اپنی جڑ پر مضبوطی سے کھڑا
کر دیا لیکن ابھی تک ہندوستان سے باہر اس
کی شاخیں نہیں نکلی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ
کے کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے
کہ آپ کے ذریعہ اس شجرہ طیبہ کی شاخیں
بیرونی ممالک میں پھیلیں اور کیا یورپ اور کیا
افریقہ اور کیا امریکہ اور کیا جزائر۔ ہر جہت
اور ہر سمت آپ نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔
(۱۱) اس عظیم مقصد کے لئے آپ نے ۱۹۳۴ء
میں تحریک جدید کا اجراء فرمایا۔ اس
کے ذریعہ مستقل اور عملی مبلغین کو
بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے بھجوایا

جنہوں نے اپنے بیوی۔ مال۔ جان، عزت
اور آبرو قربان کر کے آپ کی رہنمائی
روحانی توجہات اور دعاؤں سے اسلام کا
پیغام اکناف عالم میں پہنچایا!
اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا الہام
"میں تیری تبلیغ کو زمین کے
کناروں تک پہنچاؤں گا"
اور پیشگوئی مصلح موعودؓ "زمین کے کناروں تک
شہرت پائے گا" پوری ہوئی۔ اور دنیا نے آپ کے
اپنے مقدس باپ کی نعش کے سرہانے کیا ہوا عہد
"میں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تیری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمین"
کی صداقت اور روشن نشانوں سے سامنے پیدا ہوتے دیکھا۔

(جاری)

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر (بقیہ صفحہ ۱)

کیونکہ تمہارے مقدس آقا نے بھی
کہا ہے ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہدار
کآخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

یعنی تو ان کی طرف سے بدی اور التفات
... کہ آخر یہ میرے پیغمبر محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔
(ملفوظات احمدیہ صفحہ ۱۵۵-۱۵۶)

شذرات:

پروفیسر عبد السّلام کا نوبل انعام

ترتیب: جناب شیخ عبد الماجد لاہور

جماعت احمدیہ کے مایۂ ناز سپوت اور پاکستان کے قابل فخر، عالمی شہرت کے مالک سائنس دان پروفیسر عبد السلام صاحب نے حال ہی میں دنیا کا جو سب سے بڑا علمی اعزاز ——— "نوبل پرائز" حاصل کیا ہے۔ اس پر جہاں دنیا بھر کی مذہبی، علمی اور سیاسی شخصیتوں نے آپ کو بذریعہ تار مبارکباد کے پیغام بھجوائے وہاں ملکی و غیر ملکی اخبارات و رسائل نے اس عظیم کامیابی کی بڑھ چڑھ کر خبریں دیں۔ تعریفی اداریے رقم کئے اور مضامین اور انٹرویو شائع کئے ——— ان اخبارات و رسائل میں سے چند ایک کا جائزہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی نے اپنے ۱۶ اکتوبر کے شمارہ میں صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق کا ڈاکٹر صاحب موصوف کے نام تہنیتی پیغام نقل کیا کہ:-

"میرے لئے یہ امر انتہائی مسرت اور فخر کا باعث ہے کہ آپ نے نوبل انعام حاصل کیا ہے۔ جس سے طبیعات کے شعبہ میں آپ کی انتھک محنت اور قابل رشک علمیت کا اظہار ہوتا ہے اس شاندار کامیابی پر میری اور پاکستانی قوم کی جانب سے دلی

مبارک باد قبول کیجئے۔ آپ نے
یقیناً پاکستان کی عظمتوں میں
ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔"
اسی اخبار نے ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء کے شہزادہ محمد بن فیصل
السعود آف سعودی عرب اور سیکرٹری جنرل
الفتح یونیورسٹی طرابلس (لیبیا) کے تہنیتی
پیغامات شائع کئے۔
حکیم محمد سعید (صدر ہمدرد فاؤنڈیشن)
نے آپ کی کامیابی پر مبارک دیتے ہوئے فرمایا:۔
"آپ کی عالمانہ کاوشوں کی یہ
معراج ہے اور کوئی بھی عالم
جسے یہ اعزاز ملتا ہے بجا طور
طور پر اپنی فتوحاتِ علمی پہ فخر
کر سکتا ہے۔"
(روزنامہ امن کراچی ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء)
صدر احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور
نے آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے تحریر کیا کہ:۔
"آپ نے سائنسی میدان میں
جو اعلیٰ ترین مقام حاصل کیا ہے
وہ نوجوان احمدی طلباء کے لئے
مشعلِ راہ ہے۔"
(الفضل ۶ نومبر ۱۹۷۹ء)
روزنامہ مشرق اپنی ۱۹ اکتوبر ۷۹ء کی
اشاعت میں یوں لکھتا ہے:۔

"نوبل انعام پانے والے پہلے پاکستانی مسلمان
سٹاک ہوم۔ ۱۵ اکتوبر (رائٹر)
پاکستان کے ممتاز و نامور سائنسدان
پروفیسر عبد السلام کو طبعیات میں
نمایاں تحقیقی کام کرنے پر
۱۹۷۹ء کا نوبل انعام دیا گیا ہے
پروفیسر عبد السلام پاکستان
کے (بلکہ تمام ترقی پذیر ممالک
اور عالمِ اسلام کے) پہلے مسلمان
سائنسدان ہیں۔ جنہیں اس
عالمی اعزاز کا مستحق سمجھا گیا ہے"

دی "گارڈین" لندن

"ڈاکٹر عبد السلام جو کہ امپیریل
کالج لندن میں نظریاتی فزکس
کے پروفیسر اور ٹریسٹ (اٹلی)
میں نظریاتی طبعیات کے انسٹیٹیوٹ
کے ڈائریکٹر ہیں نے فزکس میں
نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ پروفیسر
سلام جو کہ ترقی پذیر پاکستان
کے ایک نہایت پسماندہ علاقہ
سے تعلق رکھتے ہیں ان کی عمر ۵۳
سال ہے اور آپ نوبل پرائز
جیتنے والے پہلے مسلمان
ہیں۔"

روزنامہ "جنگ" لندن

"اسٹاک ہوم - ۱۵ اکتوبر - فزکس
کا ۱۹۷۹ء کا نوبل انعام پاکستانی
سائنسدان پروفیسر عبد السلام کو
دیا گیا ہے - ۵۳ سالہ پروفیسر
عبد السلام جو جھنگ (پاکستان)
میں پیدا ہوئے سابق صدر ایوب
خان اور ان کے بعد سابق وزیر اعظم
بھٹو کے سائنسی مشیر تھے......
پروفیسر عبد السلام ایک عرصہ
تک لندن کے امپیریل کالج
سے وابستہ رہے ہیں اور آج
کل وہ ٹریسٹ اٹلی میں نظریہ
فزکس کے بین الاقوامی سنٹر
کے سربراہ ہیں "

(۱۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

روزنامہ "آفاق" لاہور مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء
کی اشاعت میں رقمطراز ہے :-

"علم طبیعات میں نوبل پرائز
حاصل کرنیوالے پاکستانی سائنسدان
ڈاکٹر عبد السلام نے نوجوان
سائنسدانوں کی تعلیم کے لئے
ایک بین الاقوامی سنٹر قائم
کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے
مجوزہ فنڈ کے لئے انہوں نے اپنی
انعام کی ۶۰ ہزار ڈالر رقم دینے
کا وعدہ کیا ہے "

روزنامہ "امروز" مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی
اشاعت میں اپنے اداریہ بعنوان "قابل فخر اعزاز"
میں رقمطراز ہے :-

"عالمی شہرت کے پاکستانی
سائنسدان پروفیسر عبد السلام
کو فزکس کا سب سے بڑا اور
سب سے معتبر اعزاز "نوبل پرائز"
علم و ہنر کے میدان میں ان کے
شاندار کارناموں کی روشن کتاب
کا تازہ ترین باب ہے ......
یہ اعزاز صرف جھنگ کا ہی نہیں
کہ ۵۳ سال پہلے وہاں ایک ایسا
چراغ روشن ہوا جسے عالمی افق
پر جگمگانا تھا - یہ اعزاز صرف
پنجاب کی دانش گاہ لاہور کا
ہی نہیں ہے کہ میٹرک سے ایم اے
تک ہر امتحان میں اول پوزیشن
حاصل کرنے والے ایک جوہر
قابل کو اسی کی دیواروں سے
نسبت ہے - یہ اعزاز محض
پاکستان کا بھی نہیں ہے کہ ترقی کی
دوڑ میں قدم قدم پر رکاوٹوں

کی زد میں آنے والی اس سرزمین
سے سائنس کی دنیا میں انقلاب
برپا کرنے والے اور کائنات
کے پوشیدہ رازوں کو منکشف
ازبام کرنے والے سائنسدان
کو جنم دیا۔ یہ اعزاز ان ترقی
پذیر ملکوں اور اقتصادی لحاظ
سے پسماندہ قوموں کا بھی ہے
جس کے سوچنے والے ناخنوں
پر ایک طویل عرصہ تک سامراج کے
نیچے گڑے رہے اور جن کی
استعداد کار پر استحصال کے
پہرے بیٹھے رہے ......
پروفیسر عبدالسلام کا یہ اعزاز
ان بڑی طاقتوں کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرأت
بھی دیتا ہے جو سائنس کی
دریافتوں اور جوہری توانائی
کی اجارہ دار بنی ہوئی ہیں اور
چھوٹی قوموں اور ترقی پذیر ملکوں
کو جوہری توانائی سے فیضیاب
کا مستحق نہیں سمجھتیں۔"
پاکستان ٹائمز ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء اداریہ میں
بعنوان "Single Honour" لکھتا ہے۔
"ڈاکٹر عبدالسلام کو دو اور
سائنسدانوں کے ہمراہ اس سال
فزکس کا نوبل پرائز ملنا دراصل
اس عظمت کا اعتراف ہے جس کا
اظہار اس سے بہت پہلے ہو جانا
چاہیئے تھا۔ اس کام کا بڑا
حصہ جس پر یہ انتہائی عظیم
اور معتبر عالمی اعزاز ملا ہے
۱۹۶۰ء کے عشرے میں مکمل ہوا
تھا جس کو اس وقت کی اعلیٰ
ترین سائنسی اختیاراتی اداروں
نے تسلیم کیا تھا..... انہوں نے
مادے کی تشکیل کرنے والے ایٹم

کے انتہائی چھوٹے ذرات کے باہمی
رابطے کو منضبط کرنے والے نظام
میں نظریہ افانیت کو متعارف کروایا
ہے یہ کارکردگی اس عشرے میں
ذراتی طبیعات کی ترقی میں انتہائی
اہم ہے۔ ان کا کام ابھی تکمیل کے
مراحل میں سے گزر رہا ہے۔ اور
عین ممکن ہے کہ مستقبل میں وہ خود
کو ایشیا کے آئن سٹائن کے طور
پر ممتاز اور منفرد کرنے میں زیادہ
بہتر طور پر کامیاب ہو سکیں۔"

روزنامہ "مشرق" مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی
اشاعت میں یوں رقم طراز ہے :-

"پروفیسر عبد السلام کو یہ انعام
طبیعات کے جس پیچیدہ مسئلے
کی گتھی سلجھانے پر دیا گیا ہے وہ
اس صدی کے سب سے بڑے
سائنسدان آئن سٹائن کے لئے
بھی تیس سال تک لاینحل رہا ہے
یہ مسئلہ کائنات میں کارفرما چار
بڑی قوتوں کے درمیان رابطہ باہم
کی تلاش سے متعلق ہے اور پروفیسر
عبد السلام کے اس انکشاف سے
کہ ان قوتوں کی ایک مشترکہ بنیاد
موجود ہے۔ خدا کی وحدانیت کے
اسلامی عقیدے ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔"

روزنامہ "حیات" اپنے اداریے بعنوان
"فخر یا ندامت" میں تحریر کرتا ہے :-

"آخرکار پاکستان کے مایہ ناز
سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام کو دو
امریکی پروفیسروں کے ساتھ سال
رواں کا فزکس کا نوبل پرائز دے
دیا گیا۔ انہیں یہ انعام کائنات
کو منظم و مجتمع رکھنے والے عناصر
کی دریافت و تحقیق پر دیا گیا ہے
یہ وہ حقیقت ہے جس کی دریافت
میں آئن سٹائن بھی ناکام رہ گئے
تھے ...... اہل وطن اپنے اس
سپوت کے کارنامے پر جس قدر
بھی فخر کریں کم ہے اور اپنی اس
نااہلی پر جس قدر بھی ماتم کریں کم
ہے ...... ہم سوچ رہے ہیں
کہ اس موقع پر ہم فخر کا اظہار
کریں یا ندامت کا۔"

(حیات ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

روزنامہ ڈان لکھتا ہے :-

"مشہور سائنسدان پروفیسر
عبد السلام کا نوبل انعام حاصل کرنا
اس ملک کے لئے قابل فخر اعزاز ہے
برصغیر میں سے تقریباً ۵۰ سال بعد

کسی شخص نے سائنس کے میدان میں
قابلِ فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے
جس کو دنیا نے تسلیم کیا ہے۔
۱۹۳۰ء میں C.V. Raman نے
روشنی کا نظریہ پیش کر کے نوبل انعام
حاصل کیا تھا۔ چنانچہ Raman اور
رابندرناتھ ٹیگور کے بعد پروفیسر
عبدالسلام نے یہ انعام حاصل کیا
ہے اور آپ جنوبی ایشیا کے تیسرے
اور پہلے پاکستانی ہیں جنہوں نے
یہ اعزاز حاصل کیا ہے ۔۔۔۔۔۔
آپ اس سے پہلے ہی بہت سے
انعامات حاصل کر چکے ہیں ۱۹۶۶ء
میں ایٹم برائے امن کا انعام حاصل کیا"

مارننگ نیوز اپنی ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی اشاعت
میں تحریر کرتا ہے :۔

"۱۹۷۹ء فزکس کا نوبل پرائز جو
پروفیسر عبدالسلام کو دیا گیا ہے
وہ قوم کے لئے فخر کا باعث ہے
اور ہر پاکستانی کے لئے خوشی کا
مقام ہے۔ پروفیسر سلام کی پاکستان
میں جوہری ٹیکنالوجی برائے پرامن
مقاصد کی ترقی میں قابلِ قدر خدمات
ہیں۔ پاکستان کے لئے جوہری
توانائی کا علم کتنا فروغ دیا ہے اس
کی اہمیت کے بارے میں کچھ زیادہ
کہنے کی ضرورت نہیں۔ بین الاقوامی
سطح پر اس نوبل پرائز کو ان کے
مقام اور مرتبے کا ایک رسمی
اعتراف قرار دیا گیا ہے کیونکہ
ان کا یہ مرتبہ بہت پہلے ہی واضح
ہو چکا تھا اور یہ بات ان کی ان
ذمہ داریوں سے بخوبی ظاہر ہے
جو کہ وہ بیک وقت سنبھالے
ہوئے ہیں۔"

اخبار خواتین لکھتا ہے :۔
"ڈاکٹر عبدالسلام پروفیسر کے

دوسرے سائنسدان ہیں جنہیں نوبل
انعام ملا ہے۔ ۵۳ سالہ ڈاکٹر
عبدالسلام نے سب سے زیادہ کام
نظریۂ ذرات پر کیا ہے۔ وہ ایک
ایسا فارمولا تیار کرنے میں کامیاب
ہو گئے ہیں جس کے ذریعہ ایٹم
کی کمزور اور طاقتور قوتوں کو باہم
ملایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا
فارمولا ہے جس پر سائنس کی دنیا
ہمیشہ فخر کرے گی اور سائنس کی ترقی
کی تاریخ میں ڈاکٹر عبدالسلام کا نام
روشن رہے گا۔" (۱۰ نومبر ۱۹۷۹ء)

پروفیسر عبدالسلام کی شاندار کامیابی پر برطانیہ
کے اخبارات نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک اخبار
نے لکھا:-

"۱۵ اکتوبر کا دن پاکستان کی تاریخ
میں ایک درخشاں دن کا اضافہ
کرتا ہے جب اس غریب ملک کو
پہلی مرتبہ اس حکومت میں شامل
کیا گیا جس میں نوبل پرائز حاصل
کرنے والے لوگوں اور ان کے ملکوں
کے نام آتے ہیں۔ پاکستان کو یہ
عزت فرد واحد کی دنیائے علم و
ہنر میں مہارت کی بدولت حاصل
ہوئی ہے۔ اس عظیم آدمی کا نام
پروفیسر عبدالسلام ہے .... ان کو جب
نوبل پرائز دینے کا اعلان کیا گیا تو
ان کا سب سے پہلا ردِّ عمل یہ تھا کہ
وہ مسجد میں جا کر سجدۂ شکر بجا لائے"

ایک اخبار "ایوننگ نیوز" نے چار کالمی خبر شائع کی
جس کا عنوان تھا "لندن کے پروفیسر کے لئے فزکس
کا نوبل انعام"۔ خبر کا متن یوں ہے:-

"پروفیسر عبدالسلام کے ساتھ کام
کرنے والے سائنسدانوں اور پروفیسروں
کا خیال ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے
وہ جن نظریات کا اظہار کرتے ہیں
ہم ان پر یقین نہیں کرتے۔ مگر وہ
ایک ماہر اور مشاق پلیئر کی طرح
اپنے نظریات تیزی سے پیش
کرتے چلے جاتے ہیں۔"

ان کے ایک رفیق کار پروفیسر ڈاکٹر
کرسٹوفر اشام جو امپیریل کالج میں فزکس کے
استاد ہیں بیان کرتے ہیں کہ پروفیسر عبدالسلام
نے ایٹم کی ساخت اور ریشے پر قدرت
رکھنے والی طاقتوں کا جس طرح تجزیہ کیا ہے
وہ ایک انقلابی کام ہے جس نے فزکس کی
تھیوری کو وحدت بخش دی ہے۔
(روزنامہ جنگ کراچی ۸ نومبر ۷۹ء)
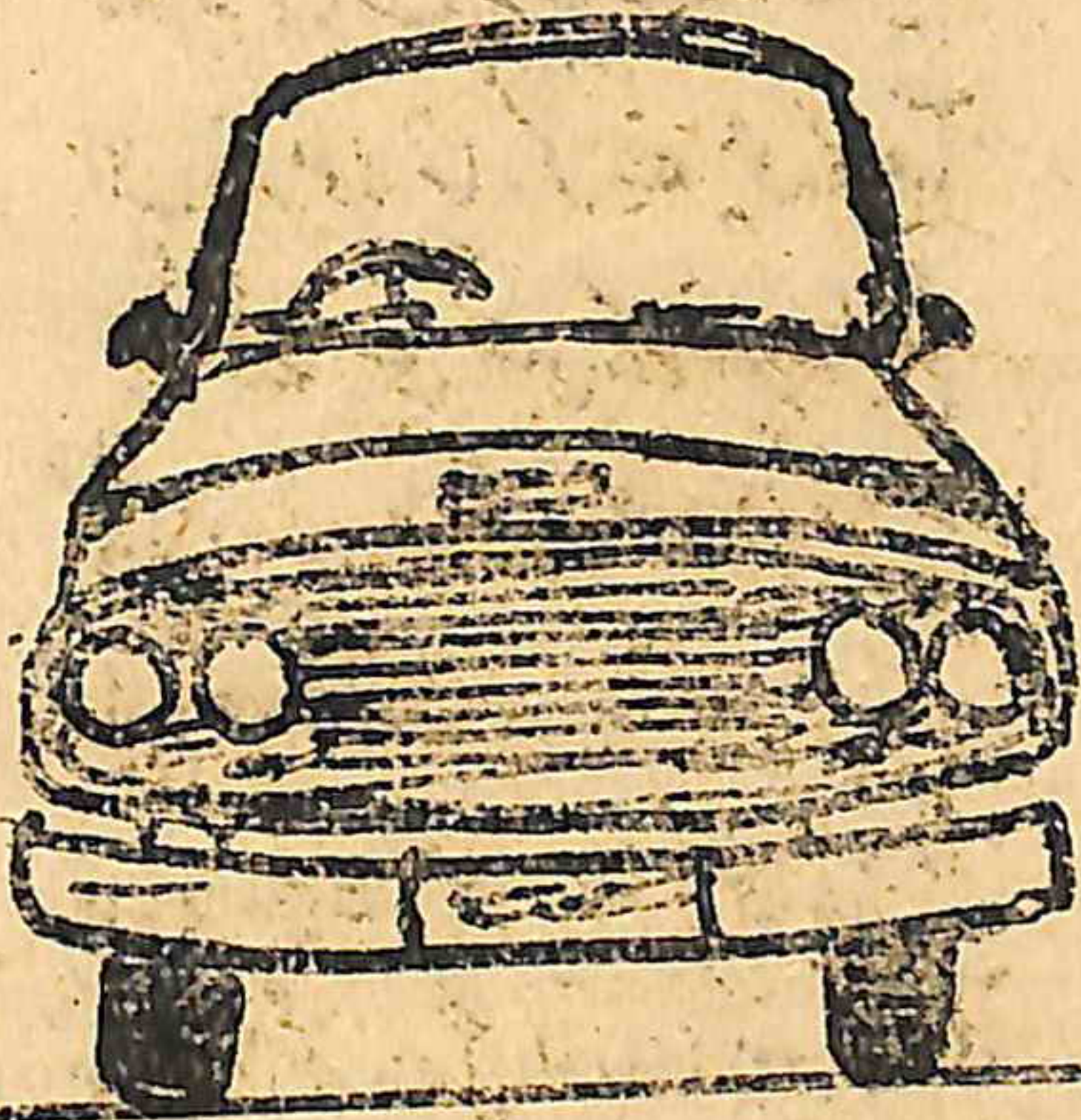
انٹرویو:

پروفیسر عبد السلام سے ملاقات

انٹرویور: محمد الیاس منیر

ڈاکٹر عبد السلام صاحب ایسی معروف شخصیت سے انٹرویو کے لئے وقت لینا کارے دارد تھا لیکن کافی "تگ و دو" کے بعد جوں توں کر کے محترم ڈاکٹر صاحب سے ہماری ملاقات ہو ہی گئی۔

ڈاکٹر صاحب ۱۶؍دسمبر کی شام جب ربوہ تشریف لائے تو تب سے میں نے محترم صلاح الدین صاحب ایوبی کے ذریعہ ڈاکٹر صاحب سے وقت لینے کی کوشش شروع کر دی لیکن ایوبی صاحب کو ایسا موقع خدا دے ——— وہ مجھے ڈاکٹر صاحب کی مصروفیت کی وجہ سے ٹالتے رہے اور یوں یہ رات بیتی اور اگلے دن اگلی دوپہر کا وقت آ گیا۔ ان حالات میں میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر ڈاکٹر صاحب کے کمرے کے باہر موقع کا انتظار کرنے لگا۔ یوں مغرب کا وقت ہو گیا اللہ بھلا کرے واپڈا والوں کا جن کی مہربانی سے برقی رو اچانک بند ہو گئی اور کمرے میں مصروفِ عمل ڈاکٹر صاحب اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کسی عزیز سے ملنے تشریف لے گئے۔ اور مجھے امید بندھی کہ اب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی جاؤں گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جونہی ڈاکٹر صاحب واپس تشریف لائے تو میں ان کے کار سے اترتے ہی ان کے حاضر خدمت ہوا۔ تعارف کا مرحلہ ایوبی صاحب کے ذریعہ طے ہوا۔ اس کے بعد میں نے انٹرویو کے لئے درخواست کی تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

"ابھی تو میں مصروف ہوں"

میرے یہ بتانے پر کہ خالد کا شمارہ تو جلسہ سالانہ پر شائع ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے میری درخواست قبول فرمائی۔

آپ کے کمرہ میں داخل ہو کر میں نے آپ کو غور سے دیکھا۔ تمام سا کوٹ، پتلون پہنے۔ لانبا قد۔ باریش اور وجیہہ و بارونق چہرہ والی

ایک شخصیت میرے سامنے تھی۔ ایک سادہ انسان کہ پہلی نظر میں یقین نہ آیا کہ آپ ہی ڈاکٹر عبدالسلام ہیں۔ پس اپنے آپ میں کھوئے ہوئے ——— دھیمی آواز ——— نیچی نظریں ——— یہ دنیا کی ایک عظیم شخصیت تھی ——— ایک عالی دماغ انسان۔ مگر عالی ظرف بھی۔

"آپ کے اس نظریہ کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟"

یہ میرا پہلا سوال تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا:۔

"اس نظریہ پر تحقیق کا آغاز ۱۹۵۸ء میں کیا گیا اور ٹھیک نو سال بعد ۱۹۶۷ء میں اس پر تحقیق مکمل ہوئی۔ ۱۹۷۳ء میں پہلی مرتبہ تجربہ گاہ میں ثابت کی گئی۔ پھر ۱۹۷۸ء میں اس کے دوسرے تجرباتی ٹسٹ نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔"

میں نے جب ڈاکٹر صاحب سے ان کی تھیوری کی آسان اور عام فہم زبان میں وضاحت چاہی تو فرمانے لگے۔

"آپ نے پڑھا ہی ہے کہ [illegible] unification ۔ دو قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ دونوں اصل میں ایک ہیں۔ ——— اور وہ یہ کہ بجلی کی قوت اور مقناطیسی قوت دراصل ایک ہی قوت ہے لیکن بظاہر ایک نظر نہیں آتیں تو اس کے

دیکھنے سے پتہ چلتا کہ مقناطیس نے کر قوائل گھنچے
میں اوپر نیچے کرنا پڑتا ہے۔ کوائل میں بجلی پیدا
ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان قوتوں
کا آپس میں گہرا ربط ہے اسی طرح ہمارا نظریہ
یہ ہے کہ نیوکلیئر فورس اور بجلی کی قوت دونوں
ایک ہی چیز ہیں۔ اس کو ٹیسٹ کرنے کے
لئے اس قسم کے Accelarator چاہئیں
جب وہ Accelarator بنیا ہو جائیں
تو پھر آپ اس سے یہ تھیوری ثابت کر سکتے ہیں۔"

اس سوال کے جواب میں کہ "آپ کے
نظریہ کا عملی زندگی پر کیا اثر ہوگا؟"

ڈاکٹر صاحب کہنے لگے۔ "عام آدمی کی
زندگی پر تو یہ تھیوری فوری طور پر اثر انداز نہیں
ہوگی۔ جیسے نیوٹن نے اپنے نظریات پیش
کئے تھے۔ مگر ان کا بظاہر ایک انسان پر کوئی خاص
اثر نہ تھا۔ البتہ سائنس کے طلبا جو پہلے اپنے
تجربات کی بنیاد چار قوتوں پر رکھتے تھے اب
جب انہیں تین طاقتوں کو ان کی بنیاد بنانا
پڑے گا تو ان کے نصاب میں بہر حال نمایاں
تبدیلیاں آئیں گی"۔

ایک سوال یہ تھا کہ "آپ اٹلی اور امپیریل
کالج لندن میں کام کرتے ہیں۔ اس کے لئے آپ
کا کیا پروگرام ہوتا ہے"

آپ نے کہا کہ "امپیریل کالج میں بہت
کم رہتا ہوں۔ دفتری کام وہاں نہیں ہوتا۔
صرف ریسرچ کا کام ہوتا ہے۔ اٹلی میں ایڈمنسٹریشن
بھی ہے اور اس کے علاوہ سنٹر کو گائیڈ کرنا بھی
میرے سپرد ہے"۔

میں نے پوچھا۔ "آپ کو جو مختلف انعامات
ملتے رہتے ہیں ان کے مصارف کیا ہیں۔"

کہنے لگے۔ "۱۹۶۶ء میں Atom
for peace کے جو تیس ہزار ڈالر ملے
تھے اس سے یہاں تعلیم الاسلام کالج کی
امداد ہوئی اور شاید چنیوٹ کے کالج کے لئے
بھی تھوڑی بہت امداد تھی۔ گورنمنٹ کالج جھنگ
گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ۔ اسلامیہ گورنمنٹ
کالج لاہور کی بھی۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال ان
سب کے علاوہ افریقہ میں سیرالیون اور شاید
گھانا میں بھی نصرت جہاں سکول میں ان کے لئے
امداد کی گئی۔ قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی
سکول کی بھی امداد کی گئی۔ بس معمولی سی رقم
تھی کوئی خاص رقم نہیں۔ مثلاً یہ انعام بھی
جو ملے گا۔ [illegible] ہزار ڈالر۔ میرا خیال ہے کہ اس
سے صرف بڑی مشکل سے تیس چالیس طلبہ کی
امداد ہوگی"۔

"اس نظریہ کے متعلق مزید ریسرچ کے
لئے آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"وہ کام چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
میں برکت دے۔ جو آئندہ چیزیں ہیں بعض
ہم نے PREDICT بھی کی ہوئی ہیں۔ اللہ

چاہیے تو کامیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔"

میں نے جب آپ کے روزانہ معمول کے متعلق استفسار کیا تو فرمایا:۔

"ہر شخص کا اپنا مشاغل ہوتا ہے۔ میں تو صبح چار اور پانچ کے درمیان اٹھتا ہوں اور اسی وقت سے کام شروع کر دیتا ہوں۔ رات جلدی ہی آٹھ نو بجے کے قریب سو جاتا ہوں ــــ تو ہر ایک کا اپنا شاغل ہوتا ہے۔"

میں نے عرض کیا کہ "آپ احمدی نوجوانوں کو سائنسی میدان میں ترقی کرنے کے لئے کیا نصیحت فرمائیں گے؟"

تو مسکراتے ہوئے بولے: "کام کریں۔ ـــــ محنت!"

پھر عربی کے یہ شعر پڑھنے لگے:۔

"بِقَدرِ الکَدِّ تُکتَسَبُ المَعَالِی
فَمَن طَلَبَ العُلیٰ سَهَرَ اللَّیَالِی
وَمَن طَلَبَ العُلیٰ مِن غَیرِ کَدٍّ
أَضَاعَ العُمرَ فِی طَلَبِ المُحَالِ

جو شخص بغیر محنت کے بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے وہ بالکل محال چیز کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

میں نے جب اُن جذبات اور احساسات سے متعلق پوچھا جو ربوہ آنے پر ان کے دل میں تھے۔ تو فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بڑا فضل کیا۔ بعض دوست کراچی میں کہہ رہے تھے کہ آپ جماعت کے دوستوں سے ملیں گے؟ میں نے کہا۔ "ضرور ملیں گے۔ اس لئے کہ جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں۔ "دعا کردے ہویاں تے اینہاں دے دندری گھسی گئے نیں" (دعا کرتے ہوئے ان کے دانت بھی گھس گئے ہیں) حقیقت بھی تو یہی ہے کہ دعا کرنے والے تو جماعت کے لوگ ہی ہیں۔ سب سے زیادہ محبت بھی ان کو ہے۔ قدرتی بات ہے اور خوشی بھی انہیں بہت ہوتی ہے۔ مجھے تو افسوس یہ ہے کہ اتنا کام ہے کہ اگلے چند دنوں میں پانچ تقریریں ہیں میری۔ اس لئے دوستوں سے مل بھی نہیں سکتا۔ انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوگی۔ اس وقت یہ کام ختم ہو چکے ہوں گے تو پھر میں فارغ ہوں گا۔"

اس پر میں نے ڈاکٹر صاحب سے اجازت چاہی اور ان کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلا آیا ـــ ایڈیٹر صاحب آپ کا بھی شکریہ!

خصوصی مقالہ:

چودھویں صدی پر ایک نظر

جناب شیخ عبد القادر۔ لاہور
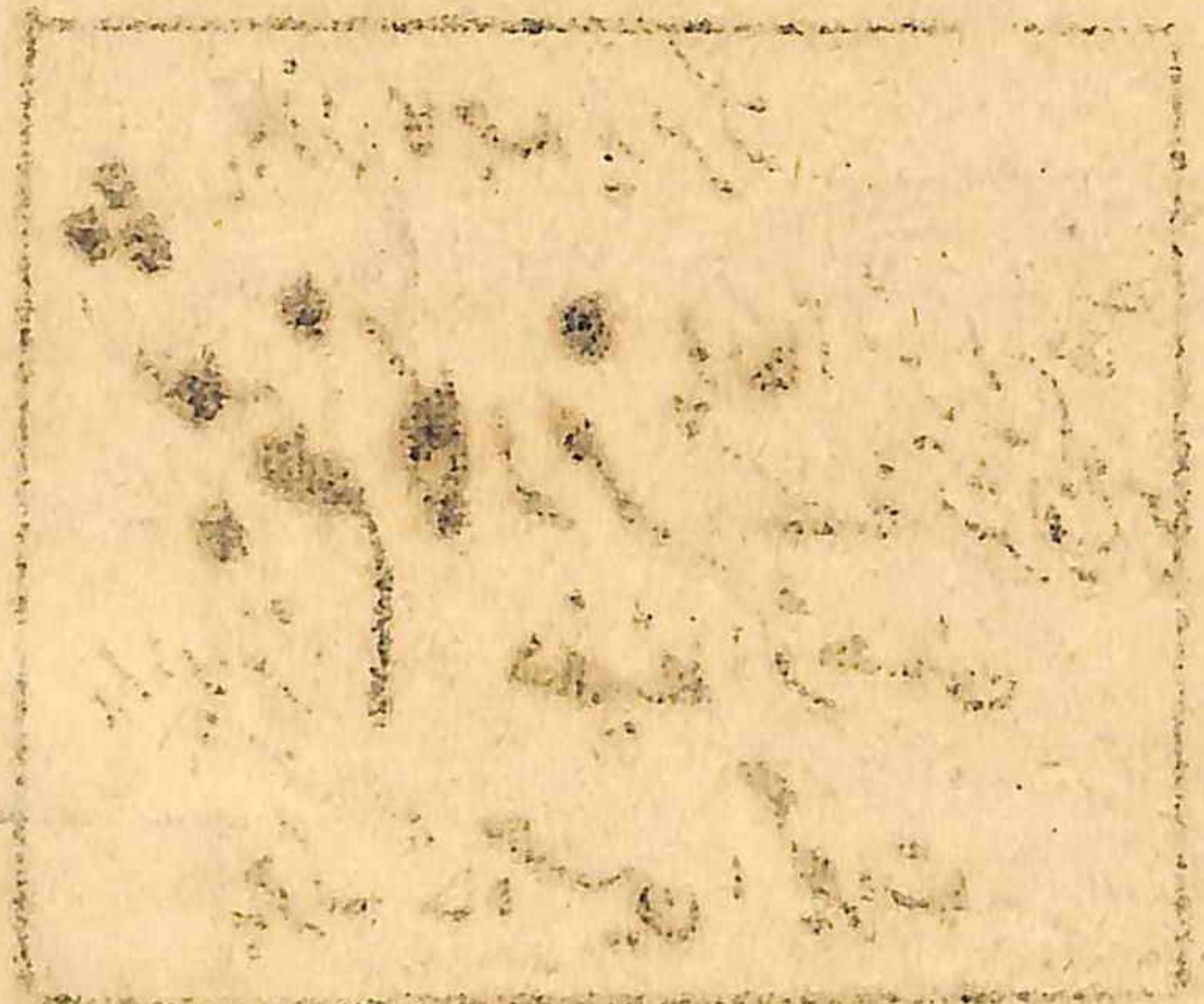
بدظنی

بدظنی ایک سخت بلا ہے جو
ایمان کو ایسے جلد جلا
دیتی ہے جیسا کہ آتش
سوزاں خس و خاشاک کو
(الوصیت)
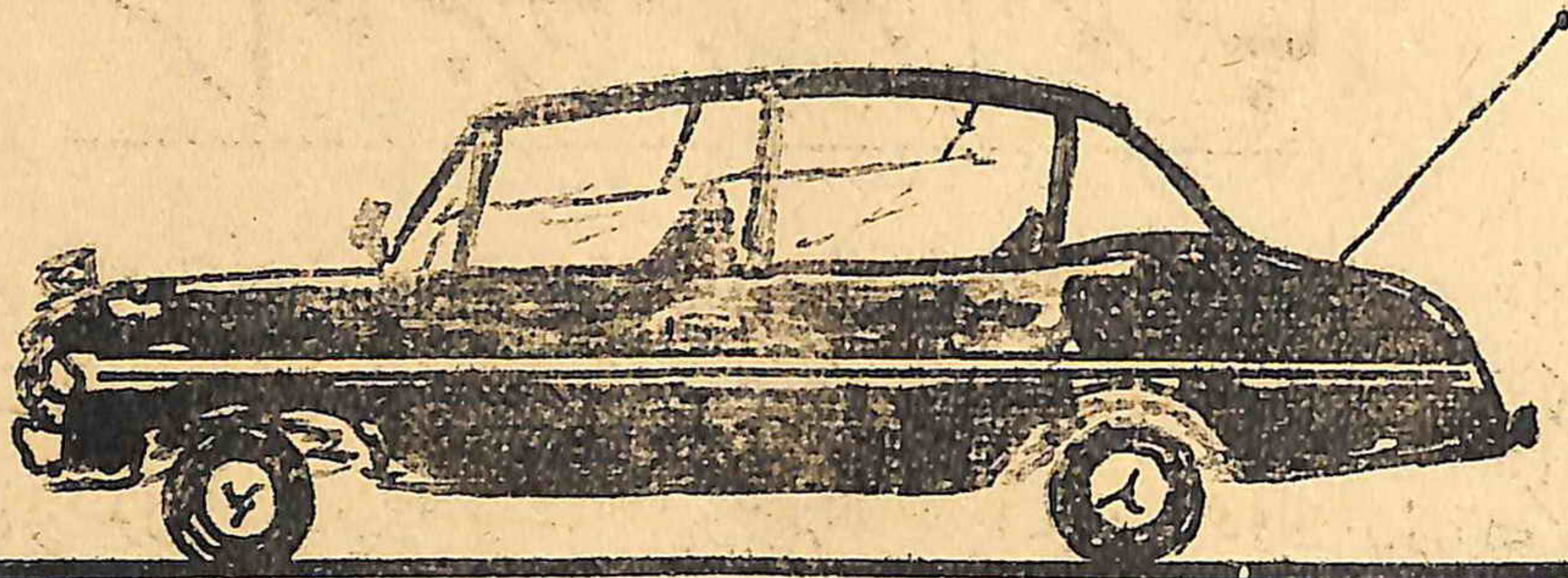
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سابق صدر

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم، تعلیم الاسلام سکول قادیان اور تقسیم ملک کے بعد تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ و ربوہ میں حاصل کی۔ تعلیم الاسلام کالج سے ۱۹۵۹ء میں بی اے کیا۔ ۱۹۶۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

آپ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی عاملہ میں شمولیت سے پہلے سالانہ اجتماعات کے موقع پر مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ پہلی بار مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں ۱۹۷۰ء میں مہتمم مجالس بیرون مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں بطور مہتمم خدمت خلق آپ کا تقرر ہوا اور ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۵ء کی ابتداء تک نائب صدر کے فرائض آپ کے سپرد رہے

۱۸ فروری ۱۹۷۵ء میں محترم عطاء المجیب صاحب راشد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ جاپان تشریف لے گئے اور صدر کی اہم ذمہ داریاں آپ کو تفویض ہوئیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۷۹ء تک صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے اس عرصہ کے دوران انتہائی محنت سے اپنی عظیم ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کی۔ آپ کے عہد صدارت کے بعض اہم کاموں کا خاکہ مجلس عاملہ مرکزیہ کی طرف سے پیش کئے جانے والے سپاسنامہ میں درج ہے۔ جو گزشتہ اشاعت میں منظر عام پر آچکا ہے۔

۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۶ء میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یورپ اور امریکہ کے دورہ میں نمائندہ خدام الاحمدیہ کے طور پر جانے کا شرف حاصل ہوا

آپ ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز کے مینیجنگ ایڈیٹر ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پرائیویٹ سیکرٹری ایسی اہم خدمت بھی آپ کے سپرد ہے۔

ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کو ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور آئندہ بھی احسن رنگ میں سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کی عمر میں برکت دے اور صحت سے رکھے

(آمین)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نئے صدر

محترم محمود احمد صاحب

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس شوریٰ ۱۹۷۹ء نے جن آٹھ خدام کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں صدر مجلس کی منظوری کے لئے پیش کئے تھے۔ ان میں سے حضور اقدس نے محترم محمود احمد صاحب کو صدر مقرر فرمایا۔

محترم محمود احمد صاحب، محترم ابوالمنیر محب اللہ صاحب واقف زندگی مربی سلسلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی اور جامعہ احمدیہ میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۷۴ء میں "شاہد" کی ڈگری حاصل کی اور "مولوی فاضل" پاس کیا۔ آپ کو ترجمہ قرآن کریم زبان بنگلہ میں کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کو شروع سے ہی مجلس خدام الاحمدیہ میں اہم ذمہ داریاں انجام دینے کی توفیق ملی۔ دو سال تک آپ ناصر ہوسٹل جامعہ احمدیہ ربوہ کے زعیم اور صدر پارک ربوہ کے بلاک لیڈر رہے اور دو سال تک آپ نے نائب مہتمم اطفال کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۹۷[illegible]ء سے اکتوبر ۱۹۷۹ء تک مہتمم مقامی کی اہم ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے۔

سالانہ اجتماع ۱۹۷۹ء کے موقعہ پر آپ کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی اعلیٰ ذمہ داریاں تفویض ہوئی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور کام کرنے والی لمبی عمر دے اور صدارت کی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

○

اس ماہ کے "خالد" کا سرورق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تصویر سے مزین ہے۔

میاں بھائی آٹو

۱۰- منٹگمری روڈ - لاہور

فون :- ۶۲۰۹۱
۳۱۱۴۶۳

سپیشلسٹ

ہر قسم کی کاروں - جیپوں - ویگنوں ٹرکوں
بسوں کے پٹہ کمانی سلنسر بکس اور سلنسر پائپ

شالوں کی مشہور دوکان

"الفردوس"

۸۵- بی - انارکلی - لاہور

الفردوس شال ہاؤس

ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کامدار شالیں - زنانہ و مردانہ دُھسے اور مرینہ تھوک و پرچون واجبی داموں پر دستیاب ہیں - نیز ریڈی میڈ کُرتے - شلواریں سوٹ وغیرہ بھی ہر قسم مل سکتے ہیں -

الفردوس شال ہاؤس
۸۵/ بی نیو انارکلی - لاہور
۲۴- اتحاد بازار اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور

خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

کراچی میں معیاری سونا کے معیاری زیورات خریدنے اور بنوانے کیلئے تشریف لائیں -

الرؤف جیولرز

خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری شمالی ناظم آباد کراچی -

فون
۶۱۷۰۶۹

کراچی میں جائداد

کی خرید و فروخت مثلاً پلاٹ ۔ مکان ۔ کوٹھی
وغیرہ کے لئے درج ذیل پتہ پر اپنے قابلِ
اعتماد ادارے سے رابطہ قائم کیجئے

لینڈ مارکس

۱۰۳۔سی ڈیفنس سوسائٹی کمرشل ایریا "بی"
کراچی نمبر ۴۶

فون: ۵۴۰۸۶۶ ۔ ۵۴۰۸۳۴

UNITED
FLUSH DOORS

United opens the door to modern living

STANDARD SIZES:
Height 6'.10" 6'.9"
Width 2'.3", 2'.6",
2'.9" 3'.0"
Thickness 1½"
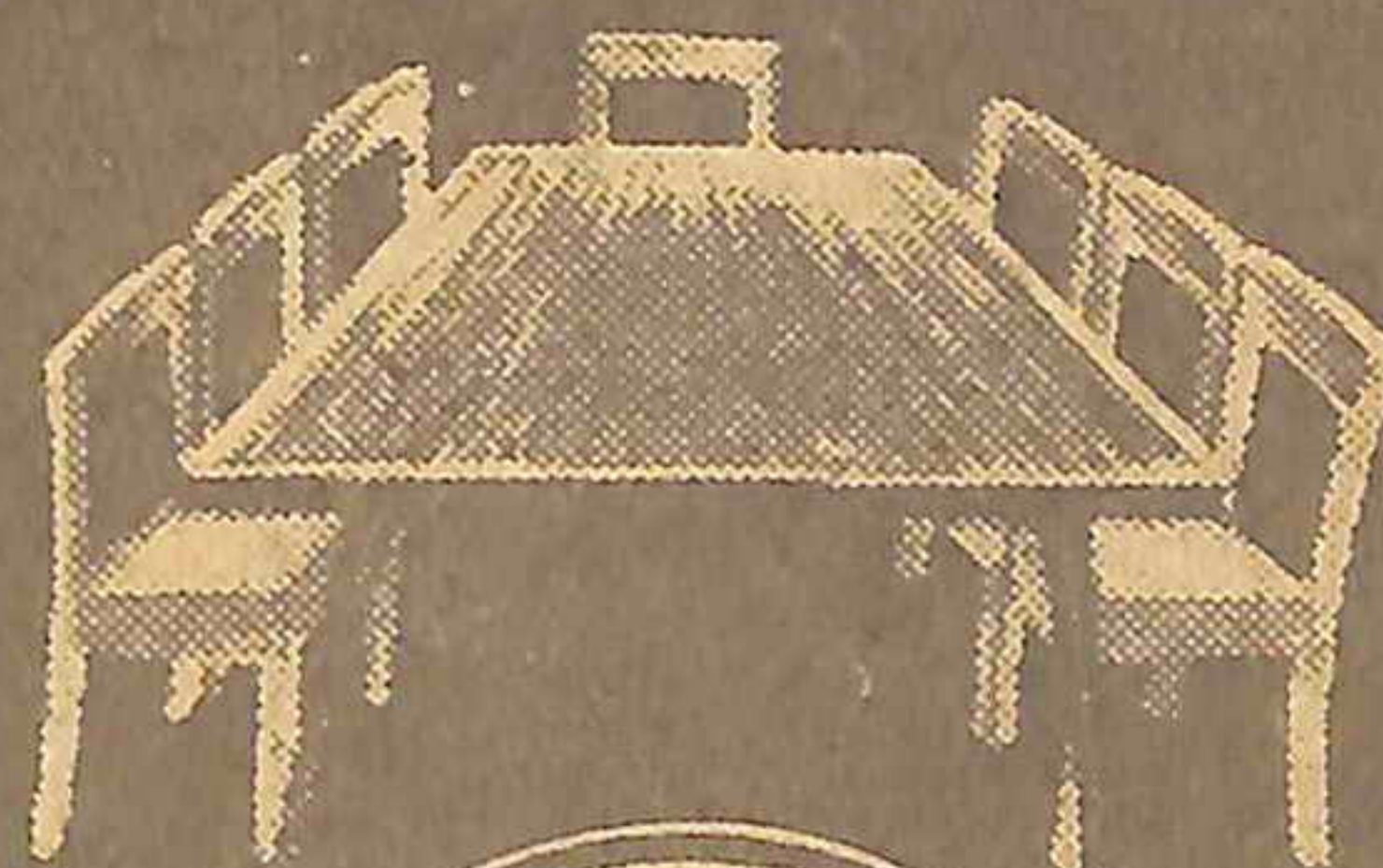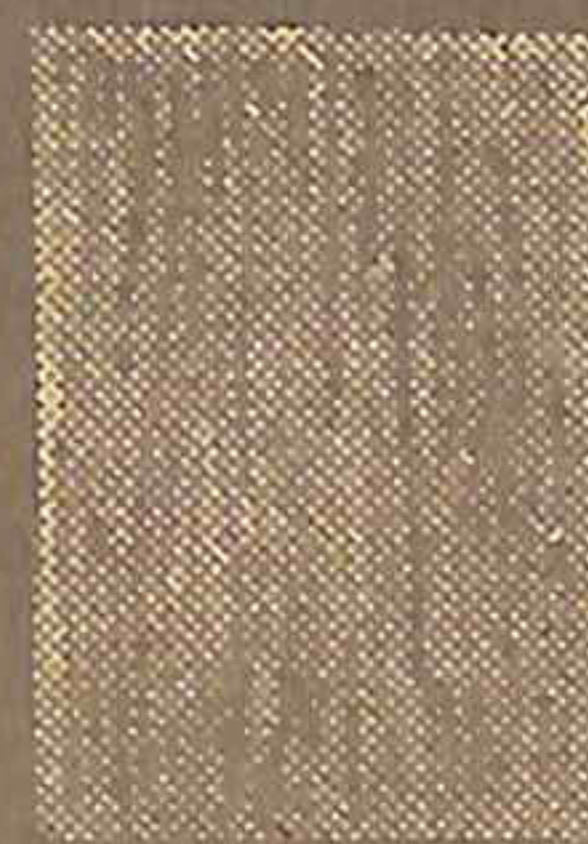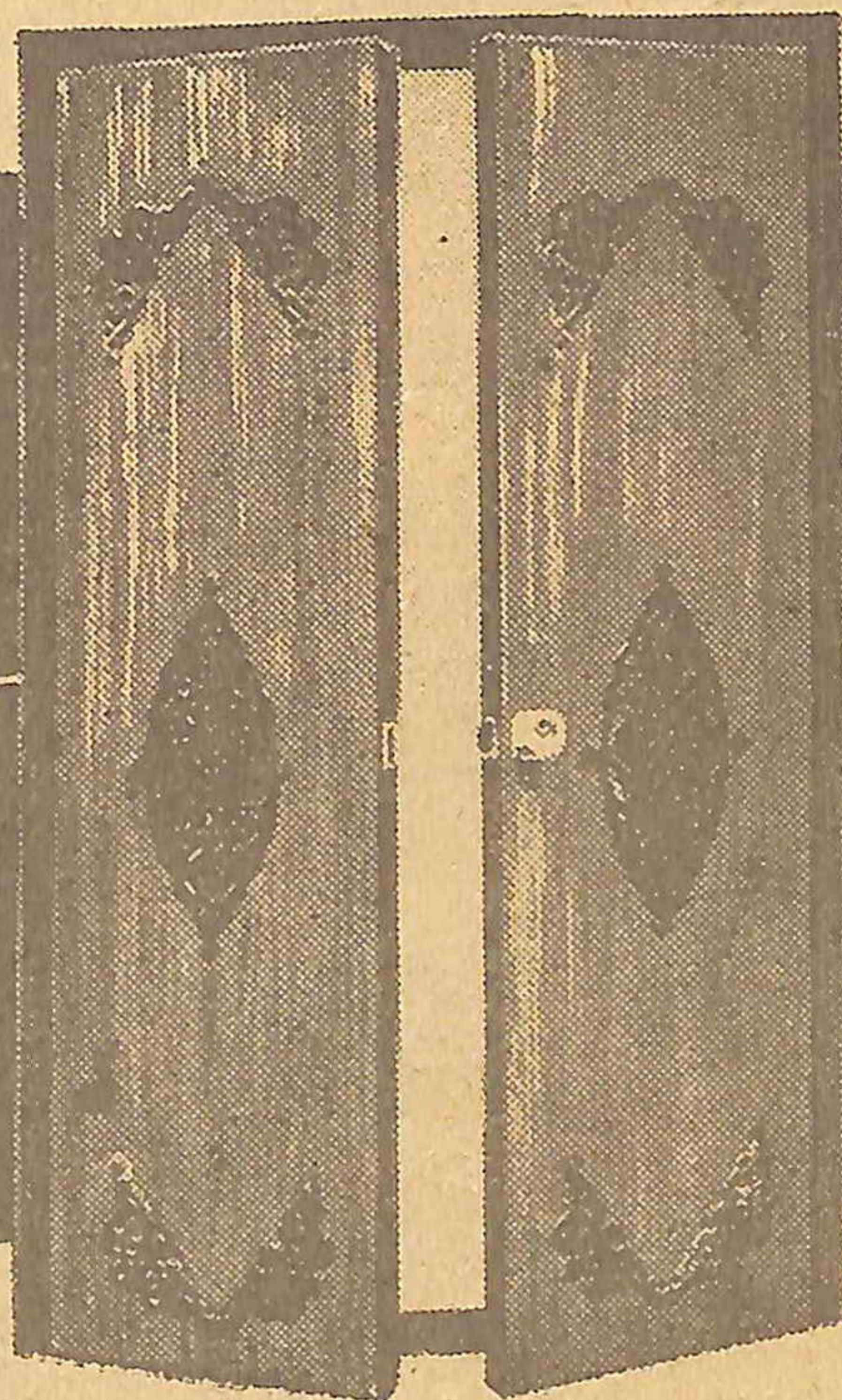
Leading manufacturers of Flush Doors,
Window Frames, Door Frames,
Wooden or Plywood ceiling and Panelling
and utility furniture.

UNITED WOOD WORKS & ALLIED INDUSTRIES LTD.

Factory: A/8, S.I.T.E. Kotri (Hyderabad) Phone: 23881 Ext. 35
Karachi Office: 235 Sohrab Katrak Road Saddar Karachi, Phone: 516487
Lahore Office: 200A Ferozepur Road Phone : 412352
Islamabad Office: First House Street-14-F-8/3 Phone: 21334

□Thaver

جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت میں خوش آمدید

ربوہ میں

جائیداد کی خرید و فروخت

کیلئے

ایک باقاعدہ رجسٹرڈ ادارہ قائم کیا گیا ہے

اس ادارہ کا دفتر قومی مرکزی بچت بینک کے متصل بالمقابل ایوانِ محمود واقع ہے

خواہشمند حضرات خود تشریف لا کر یا خط و کتابت کے ذریعہ بھی ہماری خدمات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں

ربوہ شہر اور مضافات میں نہایت مناسب داموں پر پلاٹ برائے فروخت موجود ہیں

ہمیں آپ اپنی خدمت کیلئے ہر وقت مستعد پائیں گے

احمد اسٹیٹس

پراپرٹی ڈیلر رجسٹرڈ انس مارکیٹ ربوہ

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Monthly KHALID Rabwah

Regd. No. L5830

January 1980

ایڈیٹر
محمد الیاس منیر